(ناول)
پریم کا پنچھی پنکھ پسارے
علی عباس جلالپوری

جان ڈیکھاں جھڑ مینہ کن کن کوں
رووال کر کے یاد سجن کوں
اَکھیاں پلکن موہنہ ڈیکھن کوں
گل لاتون کوں پتھکن باہیں

خواجہ غلام فریدؒ

پریم کا پنچھی پنکھ پسارے

(ناول)

سیّد علی عباس جلالپوری

ایم۔اے فلسفہ (گولڈمیڈلسٹ) فارسی (گولڈمیڈلسٹ) ایم۔اے اُردو

زرنگار بک فاؤنڈیشن

زرنگار ہاؤس {P.148.149} عمران روڈ خیابان کالونی (مدینہ ٹاؤن) فیصل آباد۔ پاکستان

041-4009191, 0300-9654110, 0303-7777411

Email.allama_zia@hotmail.com,zar.nigar2009@gmail.com

پیش لفظ

والدِ گرامی کا یہ ناول ''پریم کا پنچھی پنکھ پسارے'' اس وقت سے زیرِ تحریر تھا جب وہ گورنمنٹ کالج لاہور میں زیرِ تعلیم تھے۔ دورانِ تحریر ہی دیگر مصروفیات کے باعث اِسے نظر انداز کر دیا گیا۔ آپ کی تحقیقی مصروفیات میں شاید اس کی کوئی جگہ ہی نہ رہی۔ عمرِ عزیز عازمِ سفر رہی۔ 1980ء میں جب میں ہوسٹل سے جلالپور شریف گئی تو بی۔ اے کے امتحانات سے فراغت پا چکی تھی۔ کتب بینی یا گھریلو امور کے علاوہ کوئی دوسرا مشغلہ نہ تھا۔ پھر ایک عجیب بات ہوئی ردی کاغذوں میں کچھ ٹکڑے نظر آئے۔ عادتاً اُلٹ پلٹ کر دیکھا تو ادبی تحریر اور جملے چاشنی آمیز معلوم ہوئے۔ چند ٹکڑے جوڑ کر پڑھنے سے جیسے آتشِ شوق کی چنگاریوں کو تحریک مل گئی۔ اور جب مکمل مسودے کے ٹکڑوں سے یہ پریم کہانی انجام تک پڑھی تو اسے ضائع کرنے کو جی نہ چاہا اور میں نے اسے اپنی ایک کاپی پر لکھ لیا۔ والدِ گرامی ان دنوں غالباً ''خِرد نامہ'' کی تالیف و تصنیف میں منہمک تھے۔ مجھے اس کہانی پر بات کرنے کی جرأت نہ ہوئی۔ انہی دنوں اُن کی کتب میں مجھے ایک نوٹ بک ملی جس میں یہی کہانی تحریر تھی۔ غالباً مسودے سے نوٹ بک میں اُتار کر مسودہ پھاڑ دیا گیا تھا۔ ایک عرصہ بیت گیا۔ ایم۔ اے کے بعد مجھے لیکچررشپ مل گئی اور ابا جان پر فالج کے موذی مرض نے حملہ کر دیا۔ مقدور بھر تو علاج ہوا اور وہ چلنے پھرنے بھی لگ گئے مگر بائیں ہاتھ میں رعشہ کی لرزش عملِ تحریر میں حائل ہو گئی۔ کیا کہوں وہ ماہ و سال آج بھی سینے میں ٹیسوں کی طرح مقید ہیں اور اُن کی تلخ یادیں پلکوں پر موتی پرو جاتی ہیں۔ 1997ء میں ایک بار میں جہلم اُن سے ملنے گئی تو انہوں نے سرہانے الماری میں رکھی کتب کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا، یہ میرے لئے باعثِ اطمنان دوست ہیں۔ اِن کُتب میں وہ پُراسراری سبز نوٹ بک بھی تھی جو عرصہ دراز سے گمنام تھی۔ میں نے یونہی اس کی طرف اشارہ کر کے دریافت کیا ''یہ نوٹ بک ان کتب میں کیوں رکھی ہے۔''

چونکے۔ مسکرائے۔ کچھ سوچا اور کہا۔ ''یہ ایک قصہ ہے۔ میں نے لکھا ہے مگر ایک عرصہ ہو گیا علمی و تحقیقی کام کرتے ہوئے۔ معلوم نہیں اسے پڑھ کر لوگ کیا رائے قائم کریں گے۔'' سرِدست میں اس سوال کا جواب نہ دے سکی۔ پھر وہ دنیا سے رُخصت ہو گئے۔ اک درد بانٹنے کا سلسلہ رُک گیا۔ وقت بظاہر رواں رہا مگر اذیت ایک نقطے پر تھم گئی۔ گھٹن بڑھ گئی اور اعضا مصروفِ کار رہے۔ اور پھر ایک دن وہ نوٹ بک میرے جواں سال بیٹے صاحبزادہ کیوان جاہ کے ہاتھوں میں تھی۔ مشورہ دیا کہ اس کو اشاعت کے لئے بھجوا دیں۔ چھوٹے بیٹے صاحبزادہ ضمیران جاہ نے بھی کہا، ''نانا ابو کی کوئی تحریر ضائع نہیں ہونا چاہیے''۔ دریں اثنا علامہ ضیا صاحب سے بر سبیل تذکرہ اس قصے کا ماجرہ گوش گزار کیا۔ انہوں نے مسودہ پڑھ کر اسے ادب کا نادر شاہکار قرار دیا۔ پھر میں نے سوچا کہ یہ مختصر کتاب ہے اس لئے میں نے اپنا ناولٹ بھی اس میں شامل کر دیا۔ شاید والد صاحب کی قربت کی آرزو تھی کہ میں نے تحریر کے ذریعے یہ خواہش پوری کر لی۔ ناقدین ادب ہی یہ فیصلہ کر سکتے ہیں کہ میں نے جو سوچا وہ درست بھی ہے یا نہیں۔ میں ضیاء صاحب کی از حد ممنون ہوں کہ اُن کی ذاتی دلچسپی کے باعث یہ کام پایۂ تکمیل کو پہنچا۔ جس انداز میں وہ والد محترم سے شیفتگی کا اظہار فرماتے ہیں اس سے اس مہجور دل کو سکون نصیب ہوتا ہے۔

التماسِ درگزر

لالہ رُخ بخاری

(۱)

ساون کا ایک سہانا دن تھا۔ آسمان پر چاروں طرف ابر چھایا ہوا تھا۔ ہم صبح سویرے شکار کھیلنے کے لئے پہاڑیوں میں نکل گئے اور دوپہر تک ادھر اُدھر مارے مارے پھرتے رہے۔ ہڑیالوں کا گلا تو ایک طرف رہا ہم نے کسی ہڑیال کا سینگ تک نہ دیکھا۔ اتنے میں بادل چھٹ گئے، کڑی دھوپ نکل آئی اور ہوا تھم گئی۔ یا تو ہم سب چہک رہے تھے اور یا گھمس سے نڈھال ہوکر ''اُف! اُف!! پکارنے لگے۔
میں نے ٹکڑی والوں سے کہا

''بھئی! میں تو واپس جا رہا ہوں''

مرے سنگی بولے ''ہم بھی آپ کے ساتھ چلیں گے'' ہم نے ایک دندی [1] کی اوٹ میں بیٹھ کر سفری کھانا کھایا، ایک کور [2] سے پانی پیا اور واپس روانہ ہوئے۔ میں گھوڑے پر سوار تھا۔ دوسرے پیدل چل رہے تھے۔ ہم اپنی بندوق بھی دوسری ٹکڑی والوں کو دے آئے تھے جو شکار کی تلاش میں سرگرداں تھے۔ ہم اپنے گاؤں کے قریب پہنچے تو منگلا دیوی کی چوٹی پر سے بادل پھر اُمڈ گھمڈ کر آ گیا اور بجلی کے کڑکے سے پہاڑ گونج اُٹھا۔ اس کے ساتھ جھکڑ چلنے لگا اور ہوا کے تیز جھونکے پھلاہ۔ اور جنڈ کے پیڑوں میں سرسرانے لگے۔ میں سوچ رہا تھا کہ اگر دوسری ٹکڑی والے شکار مار لائے تو ہماری ہیٹی ہوگی اور وہ ہم پر آوازے کسیں گے۔ ہم بودھے کی بَنھ [3] اور کسّی [4] کی چڑھائی پر آئے تو دیکھا کہ عورتوں نے بنھ کی منڈیروں پر دُھلے ہوئے کپڑے پھیلا رکھے ہیں اور نچلی سیڑھیوں سے کپڑوں کو ڈنڈے سے کوٹنے کی آواز ایک تال میں آ رہی ہے۔ اچانک ایک جوان لڑکی نے جس کا بدن گلے تک بھیگی ہوئی دھوتی میں لپٹا ہوا تھا کونج کی طرح گردن بڑھا کر ہماری طرف دیکھا اور پکار کر کہا دیکھو بنھ پر مت آنا ہم نہا رہی ہیں۔ لڑکی کے چہرے کا

---

[1] آگے بڑھی ہوئی چٹان [2] پتھر کا قدرتی دورا جس میں بارش کا پانی بھر جاتا ہے۔ [3] پہاڑیوں کی ڈھلان کے آگے پتھروں کا بند۔ اس میں بارش کا پانی جمع ہو جاتا ہے۔ [4] دو پہاڑیوں کے درمیان بارش کا پانی گزرنے کا نالہ۔

رنگ نکھرا ہوا سنہرا تھا اور سر کے لمبے بال کندھوں پر بکھرے ہوئے تھے میرے ساتھی بنھ کی اونچی منڈیر کے نیچے سے نکل گئے۔ میرا گھوڑا بنھ کے قریب آیا تو اُس لڑکی نے گھبراہٹ میں اپنا بدن چھپانا چاہا۔ حیا سے اُس کے چہرے کا رنگ لال بھبوکا ہو گیا۔ میں اُس کے بھرپور جوبن کو گھورے بغیر نہ رہ سکا۔ اُس نے اپنی گیلی دھوتی کو سنبھالنے کی ناکام کوشش میں غصے سے تلملا کر کہا۔

''سامنے دیکھو! بے شرم!!''

نچلی سیڑھیوں سے آواز آئی ''کون ہے؟''

لڑکی نے اپنی جگہ بیٹھتے ہوئے کہا،

''بادشاہ ہے۔ دیکھو میں نے آواز دی تھی لیکن یہ گھوڑے پر سوار کس ڈھٹائی سے مجھے گھورتا ہوا جا رہا ہے۔'' میں غصے میں دانت کچکچانے لگا۔ مرے کانوں میں پھر اُسی عورت کی آواز پڑی

''اُس کا کیا دوش ہے پگلی۔ گھوڑسوار کی نظر تو پڑے ہی گی''۔

شکاریوں میں ایک لڑکے نے کہا

''بڑی نک چڑھی اور بے لگام لڑکی ہے''۔

''کون ہے؟'' میں نے پوچھا۔

وہ کہنے لگا

''بابو چمن لال کی بیٹی کانتا ہے جس سے گاؤں کے سبھی چھیلے کنی کتراتے ہیں۔ اس کی چول کچھ ڈھیلی ہے۔''

میں نے سوچتے ہوئے کہا

''لیکن وہ تو چھوٹے قد کی گڑیا سی لڑکی ہے۔''

''تھی''! وہ بولا ''اِن دو ایک برسوں میں اُس کی کایا پلٹ ہو گئی ہے۔ کیا قدبُت ڈیل ڈول نکل آیا ہے۔ واہ مُولا! تیرے رنگ''

میری نظروں میں اُس لڑکی کے بدن کی گدراہٹ اور رخساروں کی لالی کُھب گئی تھی۔ میری زندگی کا یہ دور وہ تھا جو چند سالوں کے لیے آتا ہے اور عمر بھر کے لیے ڈھیروں پچھتاوے چھوڑ کر گزر جاتا ہے۔ گرما کی چھٹیوں میں میں اور میرے ہم عمر عزیزوں کے تین ہی مشغلے تھے: شکار، شطرنج اور عشق بازی۔ عشق بازی کی روایات ہمیں اپنے بڑوں سے ملی تھیں اور اُس کے آداب اور ہتھکنڈے بھی ہم نے انھیں سے سیکھے تھے۔ ہمارے گاؤں میں چند پیشہ ور کٹنیاں تھیں جو پانچ دس روپوؤں میں جوان لڑکیوں کو

بہلا پھسلا کر لے آتی تھیں۔ میری کٹنی کا نام جیونی تھا جو ایک مکار اور چرب زبان بڑھیا تھی۔ باتوں باتوں میں جوان لڑکیوں کو رام کر لینا اُس کے بائیں ہاتھ کا کھیل تھا۔ شکار کے اگلے روز میں نے اُسے بلوایا اور ایک طرف بٹھا کر کہا

''جیونی! ایک کام کرو۔ تمہارا مُنہ روپوؤں سے بھر دوں گا۔''

اُس کے چہرے کی جھریاں مسکرانے سے گہری ہو گئیں اور بدوضع دانت باہر نکل آئے۔

اُس نے اپنی چندھی خبیث آنکھوں سے دیکھتے ہوئے کہا

''بلّو سے جی بھر گیا ہے؟''

بلّو کو چھوڑ و! میں نے جھنجھل میں کہا'' میری بات سنو! دیکھو سامنے وہ جنگلے والا مکان ہے ناں چمن لال کا؟ بس اُسی کی بیٹی کانتا۔۔۔''

بُڑھیا نے اپنے سکڑے ہوئے چرخ ہاتھ لہرا کر کہا۔

''نہ بابا! وہ لڑکی تو ایک آفت ہے۔ اُس کا کچھ ٹک نہیں ہے۔ میں نے ستیہ کو کسی مشکل سے گانٹھا تھا۔ گلی محلے میں بات چل نکلی اور کراڑیاں مُجھ پر انگلیاں اُٹھانے لگیں۔ میں کہتی ہوں ستیہ اور بلّو کے سامنے کانتا کس کھیت کی مُولی ہے؟ اُس میں کیا لعل ٹکے ہیں؟''

میں نے اُسے لالچ دِلاتے ہوئے کہا

''پورے بیس روپے دوں گا اور ایک ریشمیں جوڑا بھی''

انہی ایام میں اُس نے مجھ سے فرمائش کی تھی کہ اُس کی بیٹی کو جس کا بیاہ قریب تھا ایک ریشمیں جوڑا دِلا دُوں۔ جیونی نے اپنا داھنا ہاتھ نچا کر بولی

''ہائے میں مر گئی! وہ لڑکی بڑی اکل کھری ہے۔ میں اُس سے ڈرتی ہوں۔ پُٹھے پر ہاتھ دھرنے نہیں دے گی۔''

''او مکار بڑھیا!'' میں نے جھنجھلا کر کہا'' میرے سامنے چھل کی بات نہ کرو۔ کل شام کو اچھی سی خبر لانا۔'' یہ کہہ کر میں اندر چلا گیا اور بے دِلی سے شطرنج کھیلنے لگا۔ سارا دن اور ساری رات میرا دھیان اُسی لڑکی میں اٹکا رہا۔ اُس کی گھنی لانبی پلکیں، تمتمائے ہوئے سُرخ گال، بل کھاتی ہوئی کمر، جوبن کا کافر اُبھار اور سب سے بڑھ کر اُس کی سُریلی آواز جو غصے کی حالت میں کوئل کی کُوک بن گئی تھی۔ کھانا کھاتے ہوئے، دوستوں کی منڈلی میں گپ شپ کرتے ہوئے، سونے سے پہلے، جاگنے کے بعد میری آنکھوں کے سامنے اُس لڑکی کا سراپا جھلملاتا رہا۔

ہمارا دیوان خانہ گلی کے بالائی نکڑ پر تھا۔ صبح و شام ہمارے محلے کی کھترانیاں ڈھلوان گلی کی چڑھائی سے گالے کے راستے جنگل کو جایا کرتی تھیں ۔ میں صبح سویرے کھڑکی کے سامنے بیٹھا اُن کی آمد کا انتظار کھینچتا رہا۔ اچانک میرے کان کھڑے ہو گئے ۔ کھترانیاں حسب معمول مُرغیوں کی طرح کٹکٹاتی ہوئی آ رہی تھیں ۔ ایک ایک کر کے وہ کھڑکی کے سامنے سے گزر گئیں ۔ میں کنکھیوں سے اُدھر دیکھتا رہا۔ کانتا سب کے پیچھے آئی اور ناک کی سیدھ سامنے دیکھتی ہوئی آگے بڑھ گئی۔ واپسی پر ستیہ اُس کے ساتھ تھی اور اُس سے سرگوشیاں کرتی ہوئی جا رہی تھی۔ شام کے وقت کھترانیوں کے جھرمٹ میں کانتا نہیں تھی ۔ مجھے کسی کل چین نہیں پڑتا تھا۔ دیر تک دیوان خانے میں ادھر اُدھر ٹہلتا رہا اور جیونی کی راہ دیکھتا رہا۔ خدا خدا کر کے وہ اپنی کمر پر ہاتھ دھرے لکڑی ٹیکتی ہوئی آئی ۔ اُس کا چہرہ کُھس تھا جس سے میرے دل میں ہول اُٹھا۔ اس سے پہلے کہ وہ مجھے سلام کرتی میں نے بے تابی سے پوچھا

''کہو کیا خبر ہے؟ بڑی دیر لگا دی!''

وہ اپنا سر دونوں ہاتھوں میں تھام کر دری پر بیٹھ گئی اور میری طرف دیکھے بغیر کہنے لگی

''میں نہ کہتی تھی کہ مجھے اُس بلا کے پاس نہ بھیجیں؟''

''آخر ہوا کیا؟''

''وہی جو ہونا تھا'' اُس نے کانپتی ہوئی آواز میں کہا ''میں فجر کے وقت گھر سے نکلی ۔ اس وقت کراڑ مندر کو چلے جاتے ہیں اور لڑکیاں گھروں میں جھاڑو بہارو کرتی ہیں ۔ میں نے ٹوہ لینے کے لئے کانتا کی ڈیوڑھی سے اندر جھانکا۔ وہ لال رنگ کی چڈی پہنے اپنے صحن میں جھاڑو دے رہی تھی اور اکیلی تھی ۔''

یہ کہتے ہوئے جیونی نے میری طرف دیکھا اور بولی۔

''میں نے اپنی عمر میں بڑی بڑی سوہنی لڑکیاں دیکھی ہیں ۔ مجھے خود بھی کبھی اپنے جوبن کا بڑا مان تھا۔ گبھروؤں میں میری اُٹھتی جوانی کے چرچے تھے۔ لوگ کہا کرتے تھے

''ایسا چھڑا[1] کسی سوانی[2] کا دیکھا نہ سُنا۔۔۔'' میں نے بھنا کر کہا

''چھوڑو یہ باتیں! تم ڈیوڑھی کے اندر گئیں، پھر کیا ہوا؟''

وہ کہنے لگی ''ہاں تو وہ جھاڑو دے رہی تھی۔ لال چڈی کے نیچے اُس کی بھری بھری سفید رانیں اور پنڈلیاں جیسے مکھن سے بنائی گئی ہوں ۔ بنانے والے! تیری قدرت پر واری جاؤں ۔ اس مٹی سے کیا کیا ڈیل اور کیا کیا مکھڑے بنائے ہیں تو نے؟ واہ! سبحان اللہ!''

---

[1] پتلی کمر اور بوجھل کولھے [2] عورت

میں نے جی ہی جی میں اُس کے حسنِ نظر کی داد دی اور پوچھا

''پھر؟''

جیونی نے سر اُٹھا کر کہا

''مجھے دیکھتے ہی کانتا نے جھٹ دھوتی کمر سے لپٹ لی اور تنک کر بولی

''چندری[3] بڑھیا! تُو کیوں میرے گھر آئی ہے اور پھٹے پھٹے دیدوں سے کیوں مجھے تکے جا رہی ہے''

میں نے الل ٹپ کہا ''بیٹی! بُرا نہ مانیو۔ آج ایک سیر آٹا اُدھار دے دو''

یہ سُن کر کانتا کے ماتھے پر بل پڑ گئے اور غصے میں چمک کے بولی

''پھپھے کٹنی! تو آج تک ہمارے گھر نہیں آئی نہ کبھی کوئی چیز ہی تو نے مانگی۔ سچ سچ بتا آج کیوں آئی ہو؟

میں نے کہا ''بیٹی! کہہ تو دیا ہے کہ آٹا لینے آئی ہوں۔ تم جانتی ہو میں رنڈی ہوں۔ گھر میں کمانے والا کوئی نہیں ہے۔۔۔''

اِس پر وہ تیکھی ہو کر کہنے لگی

''رنڈی تو تُو ہے ہی اور تیری کمائی کا حال بھی میں جانتی ہوں۔ سیدھے سبھاؤ سے چلی جاؤ نہیں تو ٹانگیں توڑ دوں گی۔ چل اُٹھ! کھیسیں کیا نکال رہی ہے، کوئی تجھے میرے گھر میں دیکھ نہ لے۔''

میں ڈھٹائی سے پھسکڑا امار کر بیٹھ گئی اور کہا

''جم جم جیو! جوانی مانو! میں کوئی منگتی تھوڑی ہوں۔ جیوے میرا بادشاہ جب کبھی آتا ہے نہال کر دیتا ہے مجھے۔ وہ اتنا اچھا ہے کہ۔۔۔''

کانتا میری بات کاٹ کر غُصے میں پھُنکارتی ہوئی بولی ''بس بس! اُس چھٹے ہوئے لُچے کا نام میرے سامنے نہ لیجیو'' پھر میری ناک کے نیچے ٹھینگا دکھا کر کہا ''وہ تجھے کیوں نہال نہ کرے۔ تو بھولی بھولی لڑکیوں کو بھلا پھسلا کر اُس کے پاس جو لے جاتی ہے۔ سیتہ کا ستیاناس تو ہی نے کرایا۔ گامی بھی تیری جان کو رو رہی ہے۔''

مجھے دھڑکا تو لگا ہی تھا پر میں ڈھٹائی سے کہتی گئی۔

''کانتا رانی! بادشاہ بڑا اچھا گبھرو ہے۔ سجنوں کا سجن ہے، سخی ہے، دیدارو ہے۔ اُونچے

---

[3] منحوس

گھرانے کا ہے۔ مجھ سے کیا تمام غریبوں سے اچھا سلوک کرتا ہے۔ پچھلے دنوں مجھ سے کہنے لگا کانتا بڑی سوہنی ہے، محلے کی لڑکیاں اُس کی جوتی کی نوک کے برابر بھی نہیں۔ ہاں اپنے روپ کا مان بہت کرتی ہے اور کسی کی طرف آنکھ اُٹھا کر نہیں دیکھتی میری بات پر کانتا یوں اُچھلی جیسے گیند ٹپا کھا کر اُچھلتی ہے۔ اُس نے مجھے چُونڈے سے پکڑ لیا اور سلیپر سے میری خوب دھنائی کی۔ ہائے اللہ! اِس بڑھاپے میں میرے دھولے[1] جوتیوں ہی کے لئے رہ گئے ہیں۔ اُس نے آپ پر اور مجھ پر کوسنوں کی بوچھاڑ کر دی اور دھکا دے کر مجھے ڈیوڑھی کے باہر ٹھیل دیا۔ میں پٹ پٹا کر گلی میں نکلی تو سامنے ستیہ آ رہی تھی۔ مجھے رونکتی اور کھسیانی دیکھ کے بولی

''اے ہے جیونی! منہ کیوں بسور رہی ہو؟۔ یہ مار کٹائی کی آواز کہاں سے آ رہی تھی؟ تجھے مارا ہے کسی نے؟''

میں نے اپنے ہنجھوں[2] پونچھتے ہوئے کہا

''کانتا کے گھر میں کتا گھس گیا تھا۔ اُسے مار بھگا رہی تھی۔''

''اور تم کیوں رو رہی ہو؟'' اُس نے پوچھا

میں نے کہا ''میں گلی میں ٹھوکر کھا کر گر پڑی تھی۔ کُولھے میں چوٹ آئی ہے۔'' وہ مجھے ہاتھ سے پکڑ کر اپنے گھر لے گئی، گندوڑے[3] کا یہ بڑا ٹکڑا مجھے دیا اور میرے کان میں کہا

''بادشاہ سے کہنا میں آج رات کو آؤں گی۔ پیر جی! ستیہ بڑی پیار کرنے والی ہے آج تو اُسے دیکھ کر میں حیران رہ گئی۔ اُس پر بلا کی پھبن ہے، جوانی کے نشے نے اُس کے مُکھڑے پر عُنابی رنگ پوت دیا ہے''

اُس کی باتیں سُن کر میں دل مسوس کر رہ گیا، بڑھیا کی دل دہی کی۔ کچھ روپے دے کر اُسے خوش کیا اور کہا ''ستیہ سے کہنا آج نہ آئے۔ دیوان خانے میں مہمان ٹھہرے ہوئے ہیں''

یہ بات میرے لئے نئی تھی۔ ایک جوان خوبصورت لڑکی نے مجھ سے ملنے کے لئے کہا تھا اور میں نے اُسے ٹال دیا تھا۔

''آخر مُجھے کیا ہو گیا ہے''؟ میں نے اپنے آپ سے پوچھا۔ مرے اندر دن میں کہیں دور سے آواز آئی جیسے باؤلی میں پتھر پھینکنے سے پانی کی آواز آتی ہے۔

''تمہیں پیار کا روگ لگ گیا ہے میرے دوست!

---

[1] سفید بال [2] آنسو [3] گھی میں تلی ہوئی چینی کی روٹی جو ہندو بیاہ شادی کی تقریب میں بنایا کرتے تھے

(۲)

کانتا کی چاہت نے مجھے نڈھال کر دیا تھا اور میں اُس کی ایک جھلک دیکھنے کے لئے ترس رہا تھا۔ وہ کبھی کبھار محلے کی کھترانیوں کے ساتھ گالے اجاتی لیکن کیا مجال چھچھلتی ہوئی نظر سے کبھی میری کھڑکی کی طرف دیکھا ہو۔ اُسے کیا معلوم تھا یا شاید معلوم تھا کہ میں اُسے ایک نگاہ دیکھنے کے لئے کھڑکی کے پٹ کی اوٹ میں کھڑا رہتا تھا اور وہ بھولے سے بھی ادھر نہیں دیکھتی تھی۔ اُس کے پیار نے میری روح کی چول چول ہلا کر رکھ دی تھی بھُوک نہیں لگتی تھی۔ دو چار نوالے زہر مار کر لیتا تھا۔ دوستوں اور عزیزوں کی صحبت سے کترانے لگا۔ تن تنہا پہاڑوں میں نکل جاتا، بے مقصد اِدھر اُدھر چکر لگاتا اور تھک ہار کر واپس آجاتا۔

ایک دن تڑکے مینہ ٹوٹ ٹوٹ کر برسا اور پھر کھُل گیا۔ یار لوگوں کو شکار کی سوجھی اور وہ مجھے بھی اپنے ساتھ گھسیٹ لے گئے۔ پہاڑ میں جا کر میں ایک دندی [۱] پر بیٹھ گیا جس کے نیچے کھڈ تھا۔ چاروں طرف چھدری گھاس اُگ آئی تھی اور سیلن کی مہک اُٹھ رہی تھی۔ میں اپنے خیالوں میں کھویا بیٹھا تھا۔ عالمِ تصور میں دیکھتا کیا ہوں کہ کانتا میرے سامنے کھڑی ہے اور میں اُس کی بے رخی کی شکایت کر رہا ہوں۔ اتنے میں شکاریوں نے ایک ہڑیال کو دیکھا جو ایک اونچی چٹان پر اپنے گلّے کا سنتری بنا کھڑا تھا۔ اپنے ساتھیوں کو باخبر کرنے کے لئے اُس نے زور سے چھینک ماری اور سب بھاگ نکلے شکاری بھی اُن کے تعاقب میں لپکے میں اپنی جگہ بیٹھا اس بھاگ دوڑ کا تماشا دیکھ رہا تھا۔ ہڑیال جھاڑیوں کی اوٹ میں بھاگتے ہوئے داہنی جانب کو مڑ گئے۔ شکاری اُنھیں بھال نہ سکے اور بائیں سمت میں مڑنے کو تھے کہ میں

۱۔ پہاڑی گاؤں میں باہر جانے کا راستہ

اُٹھ کھڑا ہوا اور زور سے بازو ہلا کر اشارہ کیا۔ اشارہ کرتے ہوئے بے دھیانی میں آگے بڑھا اور تیورا کر کھڈ میں گر گیا۔ اس کے بعد مجھے اپنے تن بدن کا ہوش نہ رہا۔ میری آنکھ کھلی تو دیکھتا کیا ہوں کہ میرے ساتھی مجھے ایک کھردری سی کھاٹ پر لٹائے گاؤں کو آ رہے تھے۔ میری انگ انگ میں ٹیسیں اُٹھ رہی تھیں۔ کسی نے اپنی پگڑی سے میرا سر باندھ دیا تھا۔ میری قمیض کا گریبان خون سے تر بتر تھا۔ میں نے آواز دی تو اُنھوں نے کھاٹ زمین پر رکھی اور پریشانی کے عالم میں مجھ پر جھک گئے۔ ایک عزیز نے کہا

''خدا کا شکر ہے تم ہوش میں آ گئے ہو۔ کہو کیا حال ہے'' میں نے کہا

''مجھے جلدی سے گھر لے چلو اور ڈاکٹر کو بلاؤ''۔ وہ پھر کھاٹ کندھوں پر اُٹھا کر چلے۔ اتنے میں اودی اودی گھٹائیں گھر کر اور ہلکی پھوار پڑنے لگی۔ ہم بودھے کی بنھ کے قریب پہنچے تو بجلی کوندی اور بادل زور سے گرجا۔ کہ سینوں میں دل دہل گئے۔ میں چونک پڑا اور دیکھا کہ بنھ کی منڈیر پر کچھ عورتیں کھڑی حیرت سے منہ میں اُنگلیاں ڈالے ہماری طرف دیکھ رہی تھیں۔ ایک ہمسائی نے مجھے پہچان لیا اور چلا کر کہا

''ہائیں! یہ تو بادشاہ خون میں لت پت پڑا ہے۔ اے اللہ! تو ماں جائے کو سلامت رکھیو۔ اس کی جوانی پر رحم کیجیو''

وہ اپنی جھولی پھیلا کر مجھے دعائیں دینے لگی۔

''اری بادشاہ کو کیا ہوا؟'' یہ ستیہ کی آواز تھی'' ''گولی لگی ہے؟''

ہائے! بادشاہ کو گولی لگی ہے'' یہ کانتا کی سُریلی آواز تھی جو بھرّا کر فاختہ کی ہُوک بن گئی تھی۔ لہو کے جم جانے کے باعث میری آنکھیں پوری طرح سے کُھلی نہیں تھیں لیکن میں نے دیکھ لیا کہ کانتا دونوں ہاتھوں کی مٹّھیاں بھینچ کر اپنے سینے میں گڑوے کھڑی تھی اور اُس کی پھٹی پھٹی آنکھوں میں دہشت جھلک رہی تھی۔

''نہیں میرے عزیز نے کہا ''کھڈ میں گر گئے تھے'' اور ہم آگے بڑھ گئے دیوان خانے پہنچ کر مجھے پلنگ پر لٹا دیا گیا۔ گھر میں کہرام مچ گیا۔ مستورات پردہ کرا کر اندر آ گئیں۔ اماں نے روتے ہوئے اپنے سر سے دوپٹہ اُتار دیا اور دونوں ہاتھ آسمان کی طرف اُٹھا کر دعائیں مانگنے لگیں۔ میں نے اُنھیں تسلی دی کہ فکر کی کوئی بات نہیں ہے۔ معمولی چوٹیں آئی ہیں۔ اتنے میں ڈاکٹر آ گیا اور مستورات اندر چلی گئیں۔ ڈاکٹر نے میرے جوڑ بند اس بے رحمی سے ٹٹول ٹٹول کر دیکھے کہ میں درد سے بلبلا اُٹھا۔ پھر اس نے میرے کپڑے بدلوائے، گرم پانی سے میرے گھاؤ صاف کیے اور کہنے لگا کہ چوٹ سخت ہے ہڈیاں اور

ہوا البتہ سلامت ہیں۔ بائیں پاؤں میں موچ آئی ہے اور داھنے بازو کی کہنی زخمی ہوگئی ہے۔ یہ سُن کر
میری جان میں جان آئی اور میں سوچنے لگا "کیا اُن نرگسی آنکھوں میں خوف کے علاوہ بھی کوئی جذبہ تھا؟"
تھا اور ضرور تھا۔ میں نے جواباً اپنے آپ سے کہا اور خوشی سے میرا بدن جھنجھنا اُٹھا۔ ڈاکٹر پٹیاں باندھ کر
فارغ ہوا تو میں مصری ممی بن چکا تھا۔ سر پر ڈھاٹا بندھا تھا۔ بایاں پاؤں ایک گاؤ تکیئے پر رکھ دیا گیا تھا۔
داھنا بازو گاترے[1] میں جکڑا ہوا تھا۔ بوڑھے ہندو ڈاکٹر نے اپنی گھنی کڑ کڑی مونچھوں میں سے مُسکرا کر کہا
"بس ہفتے دو ہفتے کی بات ہے چنتا نہ کرنا۔ جوانوں کو چوٹیں آیا ہی کرتی ہیں" یہ کہہ کر اُس نے میرا کندھا
تھپتھپایا اور چلا گیا۔ دن بھر مزاج پُرسی کرنے والوں کا تانتا بندھا رہا۔ پہلے پچھلے پہر دیکھا کہ جیونی میرے
سامنے کھڑی رو رہی ہے اور آپا اُسے ڈانٹ رہی ہے۔

"چل دفعہ ہو مُردار! ٹسوے کیوں بہا رہی ہو۔ تجھ پر خدا کی مار"

اس پر جیونی دانت نکوس کر دعائیں دینے لگی۔ یخنی کا پیالہ پینے سے مجھ پر غنودگی طاری ہوگئی اور سب لوگ
باہر نکل گئے۔ نیند کی ایک آدھ جھپکی کے بعد میری آنکھ کھل گئی میرا بایاں پاؤں گاؤ تکیے پر سے سرک گیا تھا
اور مجھے درد کی چبھن محسوس ہو رہی تھی۔ میں دانت بھینچ کر ضبط کرنے کی کوشش کر رہا تھا کہ کھترانیوں کی
چہکاتی ہوئی آوازیں میرے کانوں میں پڑیں۔ کھڑکی کے سامنے وہ چپ ہوگئیں۔ میں کنکھیوں سے دیکھ
رہا تھا۔ انہوں نے ٹھٹک کر ایک نظر مجھے دیکھا اور آگے بڑھ گئیں۔ ان میں کانتا کو نہ پا کر مجھے ایک گونہ
مایوسی ہوئی لیکن ہیں! وہ تو سامنے کھڑی تھی۔ اُس کی آنکھوں میں آنسو تیر رہے تھے۔ میں ایک نگاہ سے اس
کا روپ سمیٹنے بھی نہ پایا تھا کہ اُس نے کہا

"کیا حال ہے جی؟"

میں نے مُسکرانے کی کوشش کرتے ہوئے کہا

"تمہیں ستانے کے لئے جیتا رہوں گا۔"

یہ سن کر وہ مُسکرائی اور چھلاوے کی طرح نظروں سے اوجھل ہوگئی۔

دوسرے روز دوپہر کے سمے جیونی اِدھر اُدھر دیکھتی ہوئی آئی اور مُسکرا کر خرخراتی ہوئی آواز میں بولی
"آج میں گلی میں سے گزری تو کانتا نے مجھے اندر بلا لیا اور لپ[2] گڑ مجھے دیتے ہوئے کہنے لگی۔

"جیونی! اُس دن مجھ سے بھول ہوئی تھی۔ میں نے بہت بُرا کیا کہ تجھ پر ہاتھ اُٹھایا"

---

[1] گلے میں ڈالا ہوا کپڑا یا تسمہ۔ [2] ہاتھ کا پنجہ

وہ سرنیہوڑائے مجھ سے بات کر رہی تھی۔ اُس کی تیزی اور شوخی جانے کیوں نرمی میں بدل گئی ہے۔ پھر کہا ''آج رات کو میں بادشاہ کا حال پوچھنے آؤں گی۔ پڑوس میں وِواہ ہے۔ وہاں سے میری ایک سہیلی مجھے تمہارے گھر چھوڑ جائے گی اور تم مجھے اپنے ساتھ لے جانا''

پھر میری ٹھڈی کو اُنگلیوں سے چُھو کر بولی

''جیونی! میرا بھرم رکھنا۔ نہیں تو میں کہیں کی نہیں رہوں گی''

میں نے اُسے دلاسا دیا اور سیدھی آپ کے پاس آ گئی۔ کرائیے میرا منہ میٹھا یہ سن کر خوشی سے میرے ہاتھ پاؤں پُھول گئے۔ میں نے سرہانے کے نیچے سے کُچھ روپے نکال کر اُسے دیئے اور وہ دعائیں دیتی ہوئی چلی گئی۔ کانتا اور میرے پاس چل کر آئے! میں خواب تو نہیں دیکھ رہا تھا اور پھر آج کی رات! میں نے اپنی زندگی میں بہت خوشیاں دیکھیں ہیں لیکن اُس روز کی خوشی اتنی بھرپور تھی کہ آج بھی اُس کے تصور سے جھوم جھوم جاتا ہوں۔ میں نے سوچا اے کاش! میں آزادی سے چل پھر سکتا اور اُس کی تواضع کا کوئی معقول سامان کر سکتا۔ ایک دفعہ بے دھیانی میں میں نے بیٹھنے کی کوشش کی تو میری زخمی کہنی پلنگ کے بازو سے ٹکرا گئی میں درد سے تلملا اُٹھا اور ٹیس کی چُبھن سے میرا لعاب دہن نمکین ہو گیا۔ میری کراہ سن کر نوکر ڈیوڑھی سے بھاگ کر اندر آیا اور کہنے لگا ''خیر تو ہے؟''

میں نے اُسے بتلایا کہ کہنی دُکھ گئی ہے۔ وہ میرے پاس بیٹھ کر میرا بازو دابنے لگا جس سے مجھے قدرے سکون محسوس ہوا۔ میں نے اُس سے کہا۔

''آج رات تم اپنے گھر جا کر سونا''

''لیکن آپ کو پانی کون پلائے گا'' وہ حیران ہو کر بولا۔

میں نے کہا ''گھر سے کوئی آ جائے گا''

گھر والے رات کو دیر تک میرے پاس بیٹھے رہے۔ آ کر مجھے کھلا پلا کر نو بجے کے قریب سب چلے گئے۔ اُن کا خیال تھا کہ نوکر ڈیوڑھی میں موجود ہوگا لیکن وہ کب کا جا چکا تھا۔ اب کمرے میں ہم دونوں ہی رہ گئے تھے۔ میں اور میری خوشی۔ میں سوچنے لگا کانتا سے کیا کہوں گا'' کیسے اُسے اپنے پیار کے خلوص کا قائل کر سکوں گا۔ کیا اکیلے میں رات کے وقت اُس کا میرے ہاں آنا اِس بات کا ثبوت نہیں ہے کہ وہ بھی مجھے چاہنے لگی ہے؟ میں دل ہی دل میں شرمسار ہو رہا تھا کہ وہ مجھے میرے معاشقوں کے طعنے مہنے دے گی۔ میری حالت اُس پاپی جیسی تھی جو نیک کی صحبت سے گھبراتا ہے۔ پھر میں سوچنے لگا کہ ایک نرمل کنواری کیسے مجھ جیسے ہری چُگ سے پیار کر سکتی ہے۔ سب کچھ جانتے ہوئے وہ کیوں کر مجھے اپنے من

میں بسا سکے گی۔ اچانک مجھے گلی میں پتھروں کے لڑھکنے کی آواز آئی۔ میں بے اختیار اُچھل کر کھڑا ہونا چاہتا تھا کہ مجھے اپنی بے چارگی کا دردناک احساس ہوا۔ کسی نے ہولے سے ڈیوڑھی کا دروازہ کھولا۔ کانتا جیونی کے پیچھے پیچھے اندر آئی۔ میرے اشارے پر جیونی چلی گئی تو کانتا سمٹی سمٹائی کھڑی رہی۔ میں نے ہر چند کہا کہ کُرسی پر بیٹھو لیکن وہ نہ مانی اور دری پر بیٹھ گئی۔ تھوڑی دیر کے بعد اُس نے لجا کر کہا

''آپ کا رنگ پیلا پڑ گیا ہے۔ ٹیسیں اُٹھ رہی ہیں؟''

میں نے پیار بھری نگاہ سے اُسے دیکھتے ہوئے کہا ''تمہارے آنے سے ٹیسوں کی چبھن جاتی رہی ہے'' ایک لمحے کے لئے اُس کی آنکھوں میں مُسکراہٹ کوند کر غائب ہوگئی۔ وہ افسردہ لہجے میں کہنے لگی

''آپ کو میں نے ہی اس حال کو پہنچایا ہے۔ یہ میرا ہی دوش ہے''

''وہ کیسے؟'' میں نے حیرت سے پوچھا، وہ بولی ''جس دن آپ نے جیونی کو میرے پاس بھیجا تھا میں نے آپ کو کوسنے دیئے تھے، اس لئے آپ کھڈ میں گر گئے۔''

میں نے اُس کی سادگی پر مُسکرا کر کہا

''یہ تمہارے کوسنوں کا نہیں پیار کا دوش ہے جس سے میرے اوسان خطا ہو گئے تھے''۔

یہ سُن کر اُس نے اپنا سر جھکا لیا اور چُپ سادھ لی۔ میں کہتا گیا۔

''تم نے جیونی کو ٹھیک ہی پیٹا تھا۔ مجھے کوسنے دیئے تو بھی ٹھیک ہی کیا۔ اسی بات سے میرے دل میں تمہاری مہانتا[1] پیدا ہوئی۔ مجھے کچھ یوں لگا جیسے تم ہی وہ لڑکی ہو جس کی مجھے تلاش تھی اور جس سے میں سچا پیار کر سکتا ہوں۔ تمہارا پیار میرے جیون میں یوں آیا جیسے پھاگن کی ہوا کے کومل جھونکے پہلی بار کسی باغ میں آتے ہیں اور بکستی ہوئی کلیوں کی سگندھ[2] سارے میں پھیل جاتی ہے۔''

کانتا نے سر اُٹھا کر سیدھا میری آنکھوں میں دیکھا اور طنزیہ انداز میں مُسکرا کر کہا

''یہ باتیں تو آپ نے سیتہ سے بھی کہی ہوں گی۔''

اس پر میں خفیف ہو کر بغلیں جھانکنے لگا اور مجھے یوں لگا جیسے شرم سے میرے کانوں کی لوئیں تک سُرخ ہوگئی ہوں۔ کانتا کہتی گئی۔

''انہی باتوں سے آپ جیسے مُنش[3] بھولی بھالی لڑکیوں کے دل موہ لیتے ہیں۔ اب جانے دوسروں کے من سے کھیل کر اُنھیں کیوں آنند ملتا ہے؟'' پھر اپنے سر کو ایک بار ڈھلکا کر بولی

---

[1] وقار [2] خوش بُو [3] منکھ۔ آدمی۔

''کیا آپ اِسے پاپ نہیں سمجھتے ؟''

میں نے کھسیانے ہو کر کہا

''پاپ تو ہے پر مجھے سچا پیار کرنے والی کوئی لڑکی بھی تو نہیں ملی جو میرے پاپی جیون کے گھور اندھیرے میں پریم کی جوت جگا دیتی۔''

کانتا کچھ دیر تک چُپ چاپ بیٹھی رہی پھر کہنے لگی۔

''ہاں لڑکیاں بھی تو اکثر ہرجائی ہوتی ہیں'' پھر گمبھیر لہجے میں بولی

''کوی بہاری کہتا ہے کہ پریم تو جیون بھر میں ایک ہی بار کیا جاتا ہے۔ باقی سب وِشے[1] ہی وشے ہے۔''

میں نے اُس کی خواب ناک شربتی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے کہا

''کانتا سچ جانیو! تم سے پہلے میں کسی لڑکی سے دل نہیں ہارا تھا۔ میں پیار کا ٹھٹھا کرتا اور کہا کرتا کہ لوگ جس چیز کو پیار کا نام دیتے ہیں وہ جوانی کی ترنگ ہوتی ہے اور بس جس دن بنھ پر میں نے تمہیں دیکھا تھا اُسی دن مرے دل میں تمہارے پیار کا اکھوا پھوٹا تھا۔ مجھے کھانے، پینے کا ہوش نہ رہا اور دن رات تمہارا سُندر مکھڑا میری آنکھوں کے سامنے رہنے لگا۔ یہ بات میرے لئے نئی تھی۔ تمہارے پیار نے میری کایا پلٹ دی ہے۔ مجے کچھ یوں لگتا ہے جیسے اب میں عمر بھر کسی دوسری عورت سے پیار نہیں کر سکوں گا''

کانتا چپکی بیٹھی میری باتیں سنتی رہی۔ تھوڑی دیر کے بعد اُس نے اپنا سر اُٹھایا اور ایسی کڑی نظر سے مجھے دیکھا کہ میں گھبرا گیا۔ وہ سنجیدگی سے کہنے لگی'' آپ پریم کو کھیل سمجھتے ہیں اور لڑکیوں کے ساتھ کھلونوں کی طرح کھیلتے ہیں۔ ایسے مُنش کا اور کے پتہ نہ چھورکا۔ مجھے کچھ یوں لگتا ہے جیسے آپ مجھے بھی کھلونا بنانا چاہتے ہیں جس سے چار دن دل بہلا کر اُسے توڑ پھوڑ کر پھینک دیں گے اور نئے کھولنے کے لئے مچلنے لگیں گے۔''

میں نے سنبھل کر کہا

''کانتا! میں مانتا ہوں کہ میں کوئی بہت اچھا آدمی نہیں ہوں پر اتنا برا بھی تو نہیں ہوں کہ تم جیسی بمل[2] کنواری کو دھوکا دوں اور اُس کے وشواش کو ٹھیس لگاؤں۔ میں وچن[3] دیتا ہوں کہ تمہیں کبھی

---

[1] ہوس ناکی [2] قول [3] وعدہ

محل نہیں دوں گا۔"

یہ کہہ کر میں نے اپنا ہاتھ اُس کی طرف بڑھایا۔ وہ دیر تک دبدھے ۳ کی حالت میں بیٹھی سامنے دیکھتی رہی پھر مجھ سے آنکھیں چار کیں اور سپردگی کے انداز میں اپنا نرم اور نازک ہاتھ میرے ہاتھ میں دے دیا۔ ہماری اُنگلیوں کے لمس سے اُٹھتی ہوئی پیار کی لہر ہمارے سراپا میں دوڑ گئی۔ پھر اُس نے اپنا ہاتھ چھڑا لیا اور روہانسی ہو کر بولی

"میرے لیکھ میں یہی کچھ ہوگا۔"

جذبات کے فشار نے میری پیاس بھڑکا دی تھی۔ میں نے کانتا سے کہا

"مجھے پیاس لگی ہے پانی پلاؤ گی؟"

وہ اُٹھ کر کھڑی ہوئی اور حیران ہو کر بولی

"آپ میرے ہاتھ سے پانی پی لیں گے؟"

"کیوں نہیں" میں نے مُسکرا کر کہا "تمہارے ہاتھ میں میں تو پانی امرت بن جائے گا۔"

کانتا صُراحی سے پانی اُنڈیل کر لائی اور مجھے گلاس تھماتے ہوئے بولی

"آپ کی باتوں میں چس (۲) ہے، موہنی ہے۔"

"اور تمہاری آواز میں جادو ہے" جی چاہتا ہے کہ تم بولتی جاؤ اور میں سنتا جاؤں" اُس نے پانی کا گلاس واپس لینے کے لیے ہاتھ بڑھایا تو میں نے اُس کی کلائی پکڑ لی اور کہا

"آؤ میرے پاس بیٹھو"

اُس نے نرمی سے ہاتھ چھڑایا اور بولی

"آپ کا جی ماندہ ہے، آپ کو آرام کرنا چاہیے۔"

میں نے پُرشوق نگاہوں سے اُسے دیکھتے ہوئے پھر اپنا ہاتھ بڑھایا تو اُس کے گال تمتما اُٹھے۔ بولی "جیونی نے آنے میں دیر کر دی ہے۔" پھر اُس نے مصری کا ایک ٹکڑا پتہ نہیں کہاں سے نکال کر میز پر رکھ دیا اور کہا

"یہ آپ کا پوچھنا ۳ ہے میں چاہتی تھی کہ تھال بھر کے مصری لاؤں لیکن ڈر تھا کوئی دیکھے گا تو کیا کہے گا۔" اس پر مجھے کوزہ مصری اور سبز الائچی کی پڑیا یاد آ گئی جو میری میز پر رکھی رہتی تھی۔ میں نے اسے اُٹھا لیا اور ہاتھ بڑھا کر کہا

ا۔ پاک ۲۔ مٹھاس ۳۔ بیمار پرسی کے موقع پر جو چیز لائی جائے۔

"یہ لو"

"کیا ہے؟"

"میرے پیار کا شگن"

وہ بہت کچھ لجائی اور کترائی لیکن میں نے اس کا ہاتھ پکڑ کر پُڑیا اُسے تھما دی۔ اتنے میں ڈیوڑھی کا دروازہ کُھلا اور جیونی کے کھانسنے کی آواز آئی۔ میں نے ہولے سے کانتا کا ہاتھ دابا اور وہ باہر نکل گئی۔

(۳)

میری صحت ہفتے عشرے میں بحال ہو گئی سر کا زخم بھرنے لگا البتہ کہنی کا گھاؤ بڑا تکلیف دہ ثابت ہوا اور دس پندرہ روز تک میں نے اپنا بازو گاترے میں ڈالے رکھا۔ ایک دن میں دیوان خانے کے دروازے میں کھڑا تھا کہ کھترانیاں گلی میں سے گزریں۔ کانتا کی ماں مجھے دیکھ کر مُسکرائی اور بولی "پُتر جی! بدھاتی 1 ہو، ربّ نے تمہیں بھلا چنگا کر دیا ہے۔ اب جیو ہتیا نہ کرنا"

سب کے پیچھے کانتا آئی۔ مجھے دیکھ کر اُس کی آنکھیں چمک اُٹھیں۔ اُن میں سچے موتیوں کی جوت تھی۔ وہ میرے پاس سے گزری تو میں نے دیکھا کہ اُس کی کنواری پتلی کمر کے نیچے اُس کے بوجھل کولھے چکر کھا رہے تھے۔ آگے جا کر اُس نے ہرنی کی طرح مُڑ کر میری طرف دیکھا، مسکرائی اور نظروں سے اوجھل ہو گئی۔

میں نے جیونی کی زبانی کانتا کو کہلا بھیجا کہ کسی دن آ کر مل جاؤ لیکن اُدھر سے یہی جواب ملا کہ موقع ملا تو آؤں گی۔ ایک دن وہ کھڑکی کے سامنے سے گزرتی ہوئی ایک کاغذ اندر پھینک گئی جس میں لکھا تھا کہ جیونی سے کہیں گلی سے گزرتے ہوئے مجھے نہ بُلایا کرے، ستیہ شک کرنے لگی ہے۔ میں نے ایک پنڈت سے ہندی پڑھی تھی لیکن میرا خط بھونڈا تھا۔ ستیہ کے نام پر ایک رقعہ پکڑا گیا تھا۔ بات یوں ہوئی کہ میرا رقعہ ستیہ نے اپنی انگیا میں اُڑس رکھا تھا۔ اُس نے کپڑے بدلے تو یہ رقعہ گر پڑا اور اُس کی بھابی نے اٹھا لیا اور تو جو کچھ ہوا سو ہوا لڑکیوں نے میرے بھدے خط پر خوب پھبتیاں کسیں۔ کانتا کے ساتھ یہ طے ہوا کہ وہ اپنا رقعہ ہمارے دیوان خانے کی دیوار کے ایک شگاف میں رکھ جایا کرے اور میرا وہیں سے لے جایا کرے۔ اُس کی لکھائی بہت عمدہ تھی اور وہ خوب بنا سنوار کر لکھتی تھی جب کبھی وہ میری طرف دیکھ کر مسکراتی تو مجھے یہی شبہ ہوتا کہ وہ میرے بھدے خط پر طنزیہ مُسکرا رہی ہے، میں نے غسلِ

صحت کیا تو گھر میں خوشی کا جشن منایا گیا۔ برادری کو دعوت دی گئی اور قِسم قِسم کے کھانے پکوائے گئے۔ اُس دن کانتا نے لکھا کہ آج رات میں آپ کو تندرستی کی بدھائی دینے آؤں گی۔ مجھ پر آسمان مہربان تھا۔ یہ پڑھ کر گویا سوکھے دھانوں میں پانی پڑ گیا۔ مجھے خوش اور چونچال دیکھ کر سب عزیز اور دوست خوش ہوئے۔ میں نے رقعے کے جواب میں لکھا رات کا کھانا میرے ساتھ کھانا۔ پچھلے پہر وہ رقعہ لے کر چلی گئی تو میں سوچنے لگا کہ اُس کی خاطر مدارت کا کیا سامان کروں۔ جی چاہتا تھا کہ دنیا بھر کی نعمتیں اُس کے قدموں میں ڈھیر کر دوں۔ میں نے فرمائش کر کے کدو کا حلوہ بنوایا جو ہمارے گھر کی خاص چیز ہے۔

پچھلے پہر مہمان اکٹھے ہو گئے اور رات تک دعوت کا ہنگامہ رہا۔ ہمارا ایک عزیز اپنا ہارمونیم اُٹھا لایا، ایک نے گھڑا سنبھالا اور دوسرے نے چمٹا بجانا شروع کیا۔ یار لوگ اپنی بے سُری پھٹی ہوئی آوازوں میں قوالی کرنے لگے اور بڑھ بڑھ کر تانیں لگانے لگے۔ گھر کے اندر میراسنوں کی سُریلی آوازوں نے سماں باندھ رکھا تھا۔ میں نے اس کا ذکر کیا تو ایک صاحب بولے۔

''میراثنوں کو ویل[1] دی جا رہی ہے۔ ہمیں بھی پانچ دس روپے کی ویل ملے تو ہمارے جوہر بھی کھلیں۔'' رات گئے تک چہل پہل رہی۔ میں بظاہر اس ہاؤ ہو میں برابر کا شریک تھا لیکن میرا جی کہیں اور ہی اٹکا ہوا تھا۔ میں کانتا کے لئے بڑا اُداس تھا۔ لگتا تھا جیسے اُس کی پہلی ملاقات پر صدیاں بیت چکی ہیں اور وہ محض ایک خواب تھا۔ آخر خُدا خُدا کر کے سب رخصت ہوئے اور میں نے نوکر کو بھی چھٹی دے دی۔ میز پر کدو کے حلوے کی طشتری ڈھکی ہوئی رکھی تھی۔ ایک قاب میں کھیرا اور دوسری میں آم رکھے تھے کھیرا اور حلوے سے کیوڑے کی مہک اُٹھ رہی تھی۔ میں نے گھبراہٹ کے عالم میں کئی بار اپنے بالوں میں کنگھی کی اور بے مقصد آئینہ دیکھتا رہا۔ شام تک حبس رہا لیکن اب سرد ہوا چلنے لگی اور دیوان خانے میں خاصی خنکی ہو گئی۔ میرے جی میں رہ رہ کر وہم اُٹھ رہے تھے۔ ہو سکتا ہے کانتا کو آج آنے کا موقع نہ ملے یا آخر وقت کوئی حرج واقع ہو جائے۔ پہاڑیوں سے گیدڑوں کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں اور کسی اُلو کی بھیانک چیخ گونج رہی تھی۔ میں اُمید و بیم کے عالم میں کمرے میں ٹہل رہا تھا کہ اچانک کھڑے کا کھڑا رہ گیا۔ یہ ڈیوڑھی کے کھٹکے کی آواز تھی۔ معاً دروازہ کھلا اور کانتا لجاتی ہوئی اندر آئی۔ میں نے لپک کر کانتا کو دونوں کندھون سے پکڑ لیا۔ اُس کے چہرے کا رنگ گہرا لال ہو گیا۔ اُس نے ہولے سے اپنے آپ کو میری گرفت سے چھڑایا اور میرے اصرار پر کرسی پر بیٹھ گئی۔

---

[1] روپیہ دو روپے جو گانے بجانے والوں کو باری باری دیئے جاتے ہیں اور گانے والا دینے والے کا نام بلند آواز سے پکارتا

وہ پہلو بدل کر بیٹھی تو میں نے دیکھا کہ اُس نے اپنے جوڑے سے چنبیلی کے پھولوں کا ہار لپیٹ رکھا ہے میں نے جھک کر ہار کے پھولوں کو سونگھا۔ اُس کے رس بھرے ہونٹ کپکپا رہے تھے۔ اُس نے مجھے اپنا منہ چومنے سے باز رکھنے کے لئے اپنا ہاتھ بڑھایا اور منت کے لہجے میں کہا۔

''بیٹھ جائیے ناں''

میں نے بڑی مشکل سے اپنے آپ پر قابو پایا اور ہٹ کر پلنگ پر بیٹھ گیا وہ مسکرائی اور نظر بھر کر مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔

''آپ کو تندرستی پر بدھائی (۱) ہو''

یہ سن کر جانے کیوں میں جوش میں آ گیا اور بولا۔ ''کانتا! آج تم اتنی سُندر دکھائی دے رہی ہو کہ لیمپ بجھ جائے تو سارا کمرہ تمہارے رُوپ سے جگمگانے لگے''

اب تک وہ پوری طرح سنبھل چکی تھی۔ مُسکرا کر بولی

''پر میں چاہتی ہوں کہ لیمپ روشن ہی رہے اور ہاں! اِس شُبھ گھڑی میں آپ کے لئے کوئی اچھی سی چیز نہیں لا سکی، یہ رومال لائی ہوں۔''

یہ کہہ کر اُس نے ایک سفید ریشمیں رُومال میز پر رکھ دیا۔ اس کے کونوں پر کیسری رنگ کے خوبصورت پھول بوٹے کاڑھے گئے تھے میں نے رُومال کو اُلٹ پلٹ کر دیکھا اور کہا

''یہ پھول بوٹے تمہیں نے کاڑھے ہوں گے'' وہ اثبات میں سر ہلا کر بولی

''میں ڈرتی ہوئی لائی ہوں۔ آپ کو یہ رُومال پسند ہے ناں؟''

میں نے آگے جُھک کر اُس کا داہنا ہاتھ پکڑ لیا اور کہا

''ایسے سُندر پھول تو یہ سُندر اُنگلیاں ہی کاڑھ سکتی تھیں۔''

اُس نے شرما کر اپنا ہاتھ چھڑا لیا اور بات بدل کر کہنے لگی۔

''آج آپ کے گھر سے گانے بجانے کی آوازیں آ رہی تھیں۔ لڑکیاں کہہ رہی تھیں بادشاہ کی سگائی کی ریت ہے۔ میں نے کہا نہیں اُن کی تندرستی کی خوشی منائی جا رہی ہے۔ اِس پر ستیہ نے کہا ''تجھے یہ بات کیسے معلوم ہوئی؟'' پہلے تو میں گھبرا گئی، پھر سنبھل کر کہا ''سبھی جانتے ہیں کہ وہ بیماری سے اُٹھے ہیں''، پر وہ مجھ سے نوک جھونک کرتی رہی۔ میں اُس سے ڈرنے لگی ہوں۔ اُس کا آپ کے پاس آنا جانا نہیں رہا پر آپ کا نام آئے تو وہ بپھر جاتی ہے اور لڑکیوں سے کہتی ہے۔

''اُس سے بچ کر رہنا۔ وہ بھیڑیا ہے بھیڑیا۔'' ''مجھے تو آپ میں بھیڑیوں والی کوئی بات نظر

نہیں آتی“

میں نے ہنس کر کہا ”اچھی طرح دیکھ بھال کر تسلی کرلو“

پھر میں نے اپنا داہنا ہاتھ بڑھا کر اُس کا گال تھپتھپایا تو وہ پیار بھری نظروں سے مجھے دیکھنے لگی

میں اُس کی بھری بھری سفید گردن سہلائی اور کہا

”کیا یہ کسی بھیڑیے کا پنجہ ہے؟“

پہلے تو وہ شرمائی پر ہنس پڑی اور بولی

”میں نے تو کبھی بھیڑیا دیکھا نہیں، سیتہ نے دیکھا ہوگا۔ وہ جیسا بھی ہو آپ کی صورت کا تو نہیں ہوگا“

یہ کہتے ہوئے گویا اُس نے پہلی بار طشتریوں کی طرف دیکھا اور کہا

”آج تو آپ کے کمرے سے کیوڑے کی بھینی بھینی باس اُٹھ رہی ہے۔“

میں نے طشتریوں کے سرپوش ہٹا دیئے اور کہا

”یہ کھانے میں نے تمہارے لئے رکھوائے تھے۔ تم کیا پسند کرو گی کھیر یا کدو کا حلوہ؟“

اُس نے اُچٹتی ہوئی نظر کھانوں پر ڈالی اور کہا

”میں کچھ نہیں کھاؤں گی“

”گھر سے کھانا کھا کر آئی ہو؟“

”بس دو چار نوالے لیے تھے۔“

میں نے کہا ”پھر میں کیسے مان لوں کہ تمہیں بھوک نہیں ہے۔ کیا خالی پیٹ بھوک نہیں لگتی؟“

وہ ایک طرف مُنھ موڑ کر کہنے لگی ”کبھی کبھار ایسا بھی ہوتا ہے کہ پیٹ خالی ہو اور کچھ بھی کھانے کو جی نہ چاہے۔“

میں نے اصرار کے لہجے میں کہا

”دیکھو کانتا! میں نے بڑے چاؤ سے تمہارے لئے کدو کا حلوہ بنوایا ہے۔ یہ میرا من بھاتا ہے۔ میں نے سوچا تم اِسے ضرور پسند کرو گی۔ چکھ کر تو دیکھو“

یہ کہہ کر میں نے ایک چمچ حلوے کا اُس کے منہ کی طرف بڑھایا۔ وہ سر جھکائے بیٹھ رہی اور التفات نہ کیا۔ میں نے کہا

”تم ڈرتی ہو ہمارے ہاں کا کھانا کھانے سے تمہارا دھرم نشٹ ہو جائے گا؟“

وہ سر اُٹھا کر ہنس پڑی اور بولی

''وہ تو کب کا نشٹ ہو چکا''

''وہ کیسے؟'' میں نے پوچھا

وہ کہنے لگی ''جس روز آپ نے مجھے چھوا تھا میرا دھرم نشٹ ہو گیا تھا''

''میرا دھرم بھی تو نشٹ ہو چکا ہے'' میں نے مسکرا کر کہا

''وہ کیوں کر؟''

''تمہارے ہاتھ سے پانی پی کر''

وہ بولی ''ہائیں! آپ تو کہتے تھے کہ تمہارے ہاتھ میں پانی امرت بن گیا ہے۔''

میں نے شوخی سے کہا ''بس اِس امرت نے میرا دھرم نشٹ کر دیا ہے اور مجھے ایک نیا دھرم دیا ہے۔''

''نیا دھرم؟''

''ہاں نیا دھرم'' میں نے آرزو پرور نگاہوں سے اُسے دیکھتے ہوئے کہا ''پریم کا دھرم'' یہ سُن کر اُس کی آنکھیں ستاروں کی طرح چمکنے لگیں اور وہ سوچتے ہوئے بولی۔

''پنڈت جی کہتے ہیں پریم ہی سچا دھرم ہے۔''

میں نے دوبارہ چمچ اُس کی طرف بڑھایا اور کہا

''تو لو حلوہ کھا لو۔ میں نے تمہارے ہاتھ سے پانی پیا، تم نے میرے ہاتھ سے حلوہ کھایا۔ ہم دونوں پریم دھرم کو ماننے والے جو ہوئے۔ ہے ناں؟''

''حلوہ تو نہیں کھاؤں گی'' یہ کہتے ہوئے اُس کی بھویں چڑھ گئیں۔

''وہ کیوں؟''

اُس نے سر جھکا کر کہا ''آپ کے ہاتھ سے کھاتے ہوئے مجھے لاج آتی ہے۔''

''لاج؟''

''وہ بوڑھیوں کے انداز میں کہنے لگی۔

''کیا آپ اِتی سی بات بھی نہیں جانتے کہ ناری کو مُنش کے سامنے کھانے سے لاج آتی ہے

''اور آپ ہیں کہ مجھے اپنے ہاتھ سے کھلانا چاہتے ہیں۔''

اُس کی بات معقول تھی لیکن میں اپنی بات منوانا چاہتا تھا۔ میں نے کہا

''کانتا! میں تمہارا متر ہوں۔ اگر تم مجھ سے رتی بھر بھی پیار کرتی ہو تو میرے ہاتھ سے حلوہ کھا لو گی اور بار بار انکار کر کے مجھے نراش 1 نہیں کرو گی۔''

وہ اچنبے سے مسکرا کر بولی ''یہ باتیں آپ نے کس سے سیکھیں ہیں آپ کی مدھر بانی میرے من میں اُتر جاتی ہے۔'' پھر گویا زچ ہو کر کہنے لگی

''ربا! میں کس بپتا میں پھنس گئی ہوں۔ میں کیا کروں؟ کہاں جاؤں؟''

تھوڑی دیر چپ رہنے کے بعد اُس نے فیصلہ کن انداز میں کہا

''اچھا آپ یہ چمچ رکھ دیں میں خود کھالوں گی''

میں نے ہاتھ بڑھا کر کہا ''کانتا رانی! یہ چمچ تو تمہیں کھانا ہی ہوگا۔''

اُس نے نظریں نیچی کیں اور اپنا پیارا سا مُنہ کھول کر حلوہ کھالیا۔ میں نے طشتری اُس کی طرف سرکا دی اور کہا

''بے شک تم سچا پیار کرنے والی لڑکی ہو۔ لو اب خود کھالو''

یہ کہہ کر میں نے چمچ اُس کے ہاتھ میں تھما دیا اور وہ کھانے لگی۔ دو چار نوالے لے کر وہ چمچ رکھنے کو تھی کہ میرے اصرار پر پھر کھانے لگی اور ساتھ ہی ساتھ بڑبڑانے لگی

''میرا کرم! میرا کرم!''

جب دوسری بار اُس نے چمچ رکھ دیا تو میں نے پوچھا

''کہو پسند آیا؟''

وہ مسکرا کے بولی

''بہت ہی مزے دار ہے۔ میں نہیں جانتی تھی کہ آپ کے کھانے ہمارے کھانوں سے زیادہ مزے دار ہوتے ہیں۔''

''سوائے کھیر کے'' میں نے کہا

وہ بولی ''ہاں کھیر پکانا ہمی جانتے ہیں۔''

''کسی دن ہمیں بھی کھلاؤ گی؟''

''ضرور کھلاؤں گی۔'' اُس نے لاڈ سے مُسکرا کر کہا۔

میں نے کھیر کی طشتری اُس کی جانب بڑھاتے ہوئے کہا ''پہلے ہماری تو چکھ لو''

وہ ہنس کر بولی

''دو میٹھی چیزیں ایک ساتھ نہیں کھاتے۔ ایک دوسری کا مزہ کرکرا کر دیتی ہے۔''

میں نے جواب دیا ''میں تو چار میٹھی چیزیں ایک ساتھ چٹ کر جاتا ہوں۔''

اُس کی مُسکراہٹ میں طنز کی کاٹ آئی۔ کہنے لگی

''آپ تو کوئی بھی تک کی بات نہیں کرتے۔ ایک ہی سمے چار چار لڑکیوں سے پریت لگاتے ہیں۔ اس بھرپور چوٹ پر میں بھنا گیا۔ اپنی خفت کو چھپانے کے لئے میں نے ایک آم کاٹا اور ایک قاش اُس کی طرف بڑھائی۔ وہ اُسے کھا کر کہنے لگی۔

''آپ کے ہاتھ سے حلوہ کھانا میرے لئے آسان تھا کیوں کہ وہ آگ پر پکائی ہوئی چیز ہے۔ پر آم کا کھانا کٹھن تھا۔ جانے آپ نے مجھ پر کیا جادو کر دیا ہے۔ آپ نے تو میرے جیون کی ڈگر ہی بدل کر رکھ دی ہے۔

میں نے اُس کے خیالوں کی رد بدلنے کے لئے کہا

''آج مجھے امرت نہیں پلاؤ گی؟''

وہ چپکے سے اُٹھ کھڑی ہوئی، صراحی سے پانی اُنڈیلا اور گلاس میری طرف بڑھایا۔ لیمپ کی روشنی میں اُس کی ساعد سیمیں دمک اُٹھی۔ میں نے اُسے ہاتھ سے پکڑ کر اپنے پاس پلنگ پر بٹھالیا۔ وہ سمٹی سمٹائی بیٹھ گئی۔ میں نے اُس کے گال پر بوسہ دیا تو اُس کا بدن لرز اُٹھا میں نے اُس کی ٹھڈی کے نیچے ہاتھ رکھ کر اُس کا منہ اوپر کرنا چاہا کہ اُس کے ہونٹوں کا رس پیوں لیکن اُس نے میرا ہاتھ پکڑ لیا۔ تڑپ کر اُٹھ کھڑی ہوئی اور کرسی پر جا بیٹھی اُس کے گالوں پر لال انگارے دہک اُٹھے۔ اُس نے نشیلی آنکھوں سے مجھے دیکھا اور کہا

''پانی مانگنا تو ایک بہانہ تھا۔ ہے ناں؟''

''ہاں'' جذبات کے فشار سے میری آواز بھر آگئی۔

وہ کہنے لگی

''آپ سچ بولتے ہیں۔ یہ اچھی بات ہے پر آپ کسی کھلنڈرے بچے کی طرح کھلونے کے لئے مچل جاتے ہیں''

میں نے جھینپ کر کہا ''کانتا رانی! نہ تم کھلونا ہو نہ میں بچہ ہوں''

وہ اپنا داہنا ہاتھ نچا کر بولی

''ماں کہتی ہے سب ناریاں کھلونے ہوتی ہیں اور سب منش بچے ہوتے ہیں''

''پر کھلونے تو بچوں سے دور نہیں بھاگتے'' میں نے مُسکرا کر کہا

وہ سامنے دیکھتے ہوئے بولی

''بھاگ کر کہاں جائیں گے بے چارے کھلونے''

یہ سن کر میں ضبط نہ کر سکا اور بے اختیار بول اٹھا

''کانتا! میری باہیں ایک مُدت سے تمہارے لئے ترس رہی ہیں۔ آوٗ! میرے من کی پیاس بجھاوٗ''

اُس نے نرمی اور گھلاوٹ کی نگاہ سے مجھے دیکھا اور کچھ کہنے کو تھی کہ ڈیوڑھی کے کھٹکے کی آواز آئی ''اوملعون بڑھیا!'' میں نے دانت پیس کر زیرلب کہا۔

کانتا اُٹھ کھڑی ہوئی، دہلیز پر دم بھر کو رُکی، مُسکرائی اور باہر نکل گئی۔ اُس کی مُسکراہٹ نے مجھ پر جادو کر دیا۔ سرخ ہونٹوں میں موتیوں جیسے سپید دانت جیسے شفق کی لالی میں تارے چمک رہے ہوں۔

---

(۴)

رُقعوں کی ڈاک جاری رہی۔ میری طرف سے اصرار تھا کہ کسی دن آ کر مل جاوٗ اور اُس کی جانب سے یہ عذر کہ آنے کا موقع نہیں ملتا۔ صبح و شام سرسری سی ملاقات ہو جاتی تھی۔ ایک دِن میں نے جیونی کی زبانی کہلا بھیجا کہ میں تمہارے لئے بہت اُداس ہوں۔ ملنے کی کوئی تدبیر کرو۔ اُسی شام کو موسلا دھار بارش ہوئی جس نے ہر طرف جل تھل کر دیا اور نالہ گھنڈر میں پانی کا زبردست ریلا آ گیا۔ آٹھ پہر کے بعد جب باڑھ کا زور ٹوٹ جاتا ہے تو گاوٗں کی عورتیں کپڑے دھونے اور نہانے کے لئے نتھرے ہوئے چھروں[1] پر چلی جاتی ہیں۔ اگلی صبح کتھرانیاں کپڑوں کی گٹھڑیاں لئے گھنڈر کی طرف گئیں تو میرے کہنے پر جیونی بھی اپنی گٹھڑی بغل میں دابے اُن کے پیچھے پیچھے چلی۔ اُس نے موقع پا کر کانتا سے کہا تمہارا سجن تم سے مِلنے کے لئے سخت بے چین ہے۔ اس پر جیونی کے بقول وہ ٹھنکنے لگی اور کوئی جواب نہ دیا۔ میں

---

[1] نالے کے نتھرے ہوئے پانی کو جو بہہ رہا ہو۔ چھرا کہتے ہیں۔

حیران تھا کہ الٰہی! ماجرا کیا ہے؟ جیونی کہنے لگی کہ سبھی کنواریاں شروع شروع میں ایسے ہی ٹھنکتی ہیں۔ مجھے شک تھا کہ کانتا مجھ سے کچھ چھپا رہی ہے۔ میں نے اُسے ایک لمبا چوڑا رقعہ لکھا جس میں کہا کہ اگر تم آنا نہیں چاہتیں تو تمہارے من پر میرا کوئی زور نہیں ہے لیکن یہ تو بتاؤ کہ میرا دوش کیا ہے۔ میری چھٹیاں تھوڑی رہ گئی ہیں کیا تم چاہتی ہو کہ میں تمہاری ملاقات کا ارمان دل میں لئے یہاں سے چلا جاؤں۔ اس کے جواب میں کانتا نے لکھا کہ ستیہ نے اُسے دیوی کی سوں دے کر بتلایا ہے کہ آپ نے انہی دنوں میں اُسے اپنے پاس بُلایا تھا اور اُس سے کہا تھا کہ لوگ جھوٹی سچی اُڑاتے رہتے ہیں تمہارے سوا کسی دوسری لڑکی سے پیار نہیں کرتے اچھا! تو یہ بات ہے، ستیہ کو شک تھا کہ میں کانتا میں دلچسپی لے رہا ہوں اِس لئے ہم دونوں میں کھنڈت ڈالنے کے لئے وہ جھوٹی قسمیں کھا رہی تھی۔ میں نے اُسے لکھا کہ جب سے میرا تم سے پیار ہوا ہے میں نے کسی دوسری لڑکی کی طرف آنکھ اُٹھا کر بھی نہیں دیکھا ستیہ جھوٹی لپاٹن ہے اُس کی بات پر دھیان نہ دو۔ کانتا نے جواب میں لکھا کہ کسی روز آپ سے ملوں گی اور ساری بات بتلاؤں گی۔

انھی دنوں ہمیں درگاہ میراں شاکر شاہ پر جانے کا اتفاق ہوا۔ ہمارے ایک عزیز نے درگاہ پر منت مانی تھی کہ مُراد پوری ہوئی تو وہ غریبوں میں چاول تقسیم کرے گا۔ اُس کی یہ مراد پوری ہوگئی اور اُس نے ایک جمعرات کو وہاں دیگیں چڑھانے کا انتظام کیا ہم صبح سویرے درگاہ پہنچ گئے۔ ایندھن اور رسد پہلے ہی بھجوا دی گئی تھی۔ نائی دیگوں میں مصروف ہوا تو ہم منگلا دیوی کی چوٹی کے دامن میں گھومنے پھرنے لگے۔ درگاہ کے قریب ہی ہندوؤں کا دیوی استھان تھا۔ اب ویران پڑا ہے۔ جہاں منگلا دیوی کی مورتی رکھی تھی۔ اتفاق سے اُسی روز ہندو بھی پوجا پاٹ کے لئے دیوی استھان پر آنے لگے۔ وہ دیوی کا کوئی تہوار منا رہے تھے۔ ہندوؤں نے استھان تک جانے کا راستہ پہاڑیوں میں بنالیا تھا جس پر ہم بھی آیا جایا کرتے تھے۔ میری نظریں اسی راستے پر گڑی تھیں اور میں درگاہ کے تالاب کے کنارے کھڑا نیچے نشیبی راستے کی طرف دیکھ رہا تھا۔ ہندو عورتیں مرد رنگ برنگ کے لباس پہنے جُوق در جُوق استھان کی چڑھائی پر آ رہے تھے۔ میں نے دور سے کانتا اور اُس کی ماں کو پہچان لیا۔ کانتا دھانی رنگ کی ساری پہنے بڑے ناز سے اِٹھلا اِٹھلا کر قدم اُٹھا رہی تھی۔ اُس کے قریب ہندو نوجوان آنکھیں سینکتے ہوئے آ رہے تھے لیکن وہ بڑی تمکنت سے ناک کی سیدھ دیکھ رہی تھی۔ اچانک اُس کی نگاہ مجھ پر پڑی۔ اُس نے ادائے رلربائی سے اپنا داھنا ہاتھ پیشانی پر لے جا کر میرے سلام کا جواب دیا اور ظاہر یہ کیا کہ وہ اپنی ساری کا پلّو درست کر رہی ہے۔ میں نے اپنے جی میں کہا ''کانتا رانی! کیوں نہ تمہیں اِسی وقت گلے سے لگا کر پیار کروں؟'' وہ پلک جھپکنے میں میری نظروں سے اوجھل ہوگئی۔ اتنے میں پنڈت رام دیال نے بُغدے کے ایک ہی وار سے بکری کی

گردن ماردی اور اُس کی گردن سے اُمڈتا ہوا لہو لے کر دیوی پر مَل دیا جس پر ہندوؤں نے دیوی کے نام کے جے کارے لگائے۔ پنڈت بکری کے گوشت کے ٹکڑے کاٹ کاٹ کر قریب ہی بھڑکتی ہوئی آگ کے الاؤ میں پھینکنے لگا۔ اولاد کی خواہش مند کھترانیاں جھک جھک کر بکری کا لہو چاٹنے لگیں اور بعض نے اپنے اپنے ماتھے پر اس لہو کی بندی بھی لگائی۔

ہم لوگ مساکین میں چاول تقسیم کرکے سہ پہر کو گھر لوٹ آئے۔ کھتری ابھی تک لہک لہک کر بھجن گا رہے تھے۔ میں نے واپسی پر چاروں طرف آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھا لیکن کھترانیوں کے جھرمٹ میں کہیں بھی کانتا کی صورت دکھائی نہ دی۔ ہم گالے کی ڈھکی پر چڑھے تو میں نے گلی کی دیوار کے شگاف میں کانتا کا رقعہ دیکھا جو غالباً وہ صبح سویرے وہاں رکھ گئی تھی۔ اُس میں بس یہی لکھا تھا کہ میں آج رات کو آؤں گی۔ مجھے اپنی آنکھوں پر یقین نہ آیا اور اندر جا کر بار بار اُسے پڑھا اور پھر میرا جی چاہا کہ کسی کو گلے سے لگا کر خوب بھینچوں لیکن دوستوں نے شطرنج کی بساط بچھا رکھی تھی میں چپکا کھڑے کا کھڑا رہ گیا اور پھر گالے کی طرف نکل گیا تاکہ آسمان کی وسعتوں اور پہاڑ کی بلندیوں کو اپنی بے پناہ خوشی میں شریک کروں، کمرے کی تنگ فضا میری والہانہ خوشی کی متحمل نہیں ہو سکتی تھی۔ میں نے اپنے آپ سے کہا کہ آج کی رات تمہارے جیون کی یادگار رات ہوگی۔ کیا تم اِس بے پایاں مسرت کو سمیٹ سکو گے؟

میں نو بجے ہی اپنی گھڑی پر نظریں گاڑے بیٹھ گیا۔ اُس کی ٹک ٹک کمرے کے سکوت میں جیسے گونج رہی تھی اور یوں لگتا تھا جیسے منٹ کی سُوئی آگے کی بجائے پیچھے کو جا رہی ہے۔ انتظار کے کرب سے میرے اعصاب تن گئے اور دل کی دھڑکن تیز ہوگئی۔ گیارہ بجے ہوں گے جب گلی میں آہٹ ہوئی۔ میں اُچھل کر کھڑا ہو گیا۔ دروازہ کھلا اور کانتا وہی دھانی رنگ کی ساری پہنے ہونٹوں پر حیا کی مسکراہٹ لیے چھوئی موئی بنی اندر داخل ہوئی۔ میں نے بے اختیار اُسے اپنے بازوؤں میں سمیٹ لیا اور زور سے بھینچا تو وہ گھبرا کر بولی۔

''ہائے! میرا دم گھٹ جائے گا۔''

میں نے اُسے دونوں کندھوں سے پکڑ کر اور پیچھے ہٹا کر دیکھا تو حیران رہ گیا۔ اُس نے اپنے سر کے لمبے گھنیرے بال دولٹوں میں گوندھ رکھے تھے۔ وہ کرسی پر بیٹھ گئی اور مجھے حیران دیکھ کر بولی ''آپ کے گھروں میں لڑکیاں اسی طرح بال گوندھتی ہیں۔ ہے ناں؟ میں نے سوچا یہ لٹیں مجھے کیسی لگیں گی۔''

میں نے اپنی خوشی کو ضبط کرتے ہوئے کہا

''تمہیں تو جوڑا بہت سجتا ہے۔''

وہ بولی

''آج مجھے پھولوں کا ہار نہیں مل سکا کہ جوڑے سے لپیٹتی۔''

میں نے اپنے پلنگ کے پائے کے ساتھ لٹکا ہوا ہار نکال کر اُسے دیا تو وہ تعجب سے بولی

''آپ نے یہ ہار میرے لئے منگوایا تھا؟''

''ہاں! تمہارے جُوڑے کے لئے''

''تو میں کرلوں جوڑا؟''

''نہیں نہیں رہنے دو'' میں نے پھولوں کا ہار اُس کے گلے میں ڈال دیا اور کہا

''تمہیں یہ دو لٹیں بھی خوب پھبتی ہیں۔ اِن سے تم مسلمان لگتی ہو۔''

''سچ؟'' وہ لجا کر بولی ''ایک ہار اور ہوتا تو میں آپ کے لئے گجرا بناتی''

آج اس نے اپنی کلائیوں میں زرد رنگ کی چوڑیاں پہن رکھی تھیں۔ اُن کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی ''میں نے آپ کو دُکھی کیا ہے۔ میں ستیہ کی باتوں میں آ گئی تھی''

''تمہیں میرے پیار پر وشواش نہیں رہا تھا؟'' میں نے کہا

وہ بولی ''ستیہ نے دیوی کی سوں دی تو مان گئی۔ آج دیوی استھان پر میں نے اُسے دیوی کے سامنے کھڑا کر کے کہا ''ستیہ! دیوی کے سامنے کہو کہ تم پچھلے دنوں بادشاہ کے پاس گئی تھیں۔'' اِس پر مارے ڈر کے اُس کی گھگی بندھ گئی اور وہ کانپتی ہوئی بولی ''ہے دیوی! میں اپرادھی[1] ہوں۔ میں نے تیرے نام پر جھوٹ بولا۔ اس کا پرائسچت[2] کروں گی۔''

میں نے جذبات کے جوش میں وارفتہ ہو کر کہا

''میرا پیار سچا ہے کہ اگر تم دیوی سے اِس کے بارے میں پوچھتیں تو وہ پتھر کی مورتی بھی منہ سے بول کر میرے پیار کی گواہی دیتی۔''

یہ سن کر وہ ڈر گئی اور اپنا ہاتھ بڑھا کر میرے منہ پر رکھ دیا پھر کہنے لگی

''ہائے میں مر جاؤں یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں۔ دیوی کو پتھر کی مورتی کہتے ہوئے آپ کو ڈر بھی نہیں آیا؟ دیوی تو آدسے لے کرانت[3] تک امر[4] ہے۔ وہ کسی سے خفا ہو جائے تو اپنی ایک نظر سے اُسے جلا کر بھسم کر دیتی ہے۔''

---

[1] زیادتی کرنے والی [2] کفارہ [3] ازل سے ابد تک [4] غیر فانی

اُس نے بات کا رُخ موڑنے کے لئے کہا

''آج تو روپ تم پر گھٹا باندھ کر آیا ہے۔ تمہارے جھمکڑے پر نظر نہیں ٹھہرتی۔''

یہ کہہ کر میں نے اپنے دونوں ہاتھ اُس کے گالوں پر جما دیئے اور جھک کر اُس کے گلابی ہونٹوں کا بھیگتا ہوا بوسہ لیا۔ وہ کچھ دیر تک آنکھیں موندے اپنی جگہ بُت بنی بیٹھی رہی پھر ہولے سے میرا ہاتھ پرے ہٹایا اور کھوئے کھوئے نینوں سے مجھے دیکھ کر کہا

''یہ بیٹھے بٹھائے آپ کو کیا ہو گیا ہے؟''

میں نے پلنگ پر بیٹھے ہوئے کہا ''میں جاننا چاہتا تھا کہ تم سچ مچ میرے سامنے بیٹھی ہو یا میں سپنا دیکھ رہا ہوں۔''

وہ شوخی سے بولی ''یہ بات تو آپ اور طرح سے بھی جان سکتے تھے۔''

''لیکن یہ طریقہ سب سے اچھا ہے۔ ہے ناں؟''

وہ میری بات کا جواب دینے کے بجائے کہنے لگی

''آپ کب جا رہے ہیں۔ لاہور جا کر آپ مجھے بھول جائیں گے۔ شہروں کی لڑکیاں اچھے کپڑے پہنتی ہیں، بناؤ سنگار کرتی ہیں۔ پڑھی لکھی ہوتی ہیں۔ میرا جی کہہ رہا ہے کہ آپ وہاں جا کر کہیں گے چھوڑو اُس پگلی کو بہت نخرے کرتی ہے پرہے تو وہ معمولی سی کراڑی ہی۔'' میں جوش میں آکر بولا

''کانتا! کیسی باتیں کرتی ہو۔ بھلا تم جیسی سُندر لڑکی کو بھلایا جا سکتا ہے؟ میری بات کا جواب دینے کے بجائے کانتا نے چپکے سے اپنی سڈول کلائی سے ایک چوڑی اُتاری اور میز پر رکھ کر اُسے توڑ دیا پھر جھک کر ٹکڑوں کو غور سے دیکھنے لگی۔ میں اس کا کارن پوچھنا چاہتا تھا کہ اُس نے ایک اور چوڑی اُتاری اور اُسے بھی کھٹ سے توڑ کر ٹکڑوں کو جانچا۔ تیسری چوڑی کا بھی یہی حشر ہوا۔ میں نے اُسے کلائی سے پکڑ لیا اور کہا

''یہ چوڑیاں تمہاری کلائی پر کیسی پھب رہی تھیں کیوں اُنھیں توڑے جا رہی ہو'' وہ میز پر نظریں گاڑھے بیٹھی تھی۔ اُس نے سر اُٹھا کر میری طرف دیکھا اور سنجیدگی سے کہا

''چوڑیوں نے مجھے بتلا دیا ہے کہ آپ کا اور میرا پیار سچا اور نرمل[1] ہے۔''

''وہ کیسے؟'' میں نے حیرت سے پوچھا۔ وہ برتری کے انداز میں مسکرا کر بولی

---

[1] خالص

''چوڑی توڑی جائے اور دو بڑے ٹکڑوں میں کوئی ننھا سا ٹکڑا الگ نہ ہو تو پیار نہیں ہوتا۔ ٹکڑا نکل آئے تو پیار سچا ہوتا ہے دیکھئے یہ ٹکڑے۔''

میں نے اپنی ہنسی ضبط کرتے ہوئے کہا

''بڑی اچھی چوڑیاں ہیں یہ۔ اب نہ توڑنا انھیں''

اُس نے مسکرا کر میری آنکھوں میں دیکھا اور پوچھا

''اچھا بتائیے آپ لاہور سے کب واپس آئیں گے''

''دسمبر کی چھٹیوں میں''

''اتنے دنوں بعد؟''

''ہاں''

وہ کچھ دیر کے لئے چپ ہو رہی پھر کہنے لگی

''میں سُنتی ہوں لاہور بہت بڑا شہر ہے، وہاں بڑے بڑے لوگ بستے ہیں، بڑے بڑے بازار ہیں، منڈوئے ہیں، کھیل تماشے ہیں، میلے ٹھیلے ہیں۔''

''تم نے ٹھیک ہی سُنا ہے'' میں نے اثبات میں سر ہلا کر جواب دیا

وہ زیرِ لب کہنے لگی ''پھر بھی آپ مجھے یاد رکھیں گے؟''

میں نے پُرجوش آواز میں کہا ''کانتا! میں جہاں کہیں بھی ہوں گا تمہیں یاد رکھوں گا تمہاری یاد تو قبر میں بھی میرے ساتھ جائے گی۔''

یہ سُن کر وہ سہم گئی۔ اُس نے دوبارہ اپنا چھوٹا سا گداز ہاتھ میرے منہ پر رکھ دیا اور کہنے لگی

''ہائیں! بدشگنی کی باتیں نہ کیا کریں''

میں نے اُس کا ہاتھ پکڑ لیا اور اُس کی نازک ہتھیلی میں دیکھتے ہوئے کہا

''ذرا دیکھوں تمہارے لیکھ میں کیا ہے''

وہ حیران ہو کر بولی ''آپ ریکھاؤں کی بدیا جانتے ہیں؟''

''ہاں'' میں نے بناوٹی اعتماد کے لہجے میں جواب دیا۔

اُس نے اپنی ہتھیلی آگے بڑھائی۔ میں دیر تک اُس کے ہاتھ کی ریکھائیں دیکھتا رہا اور جھوٹ موٹ زیرِ لب بڑبڑاتا رہا۔ وہ شوق بھرے لہجے میں بولی

''میری ریکھائیں کیا کہتی ہیں؟''

میں نے گھمبیر لہجے میں کہا

''تمہارے جیون کی ریکھا بڑی صاف اور گہری ہے۔ تم بڑی لمبی عمر پاؤ گی اور پڑپوتوں کو کھلاؤ گی۔''

وہ تنک کر بولی

''آپ مجھے ستا رہے ہیں۔ سچ سچ بتایئے میرے لیکھ میں کیا ہے۔''

میں اپنی دھن میں کہتا گیا'' اور یہ تمہاری بُدھی[1] کی ریکھا ہے۔ تم بڑی سُرتی سیانی ہو۔''

وہ بے تابی سے کہنے لگی

''آپ کو میرے سر کی سوں[2] جلدی سے بتایئے آپ کو میری ریکھاؤں میں اور کیا کچھ نظر آتا ہے۔''

میں پھر تھوڑی دیر کے لئے بڑبڑاتا رہا اور کہا

''یہ رہی تمہاری پریم کی ریکھا۔ تم پریم میں بڑا آنند[3] پاؤ گی''

''پر میرے لیکھ میں کیا ہے؟ بتایئے ناں'' وہ ہٹ کرنے لگی

میں نے یونہی تکا چلایا

''آج کل تمہارا جیون پر دُکھ کی چھایا پڑ رہی ہے۔''

یہ تکا تیر بن کر نشانے پر بیٹھا۔ وہ ایک دم اُداس ہوگئی اور روںکھی ہو کر بولی''

''آپ ٹھیک کہتے ہیں۔''

''پر یہ چھایا جلدی ہٹ جائے گی اور تم سکھی ہو جاؤ گی''

''سچ؟'' وہ آنسوؤں میں سے مسکرانے لگی

''ہاں تمہاری ریکھائیں یہی بتلاتی ہیں'' یہ کہتے ہوئے میں پھر جوتشیوں کی طرح بناوٹی فکر میں ڈوب گیا اور اُس کی ہتھیلی پر نظریں گاڑ کر بولا۔

''عجیب سی بات ہے۔ تمہیں بتلاؤں؟''

''ہاں میں ضرور سنوں گی'' وہ چمک کر بولی

میں نے اوٹ پٹانگ کہا'' آج ویر وار ہے ناں۔ تمہاری سہاگ رات ویر وار ہی کی رات ہوگی۔''

---

[1] عقل [2] قسم [3] مزہ

یہ سُن کر شرم سے اُس کے گالوں پر لالی دمک اُٹھی۔ اُس نے لجا کر سر جُھکا لیا۔ میں نے اُس کا ہاتھ کھینچ کر اپنے سینے سے لگایا تو وہ میری طرف لڑھک آئی۔ میں نے اُسے بازوؤں میں تھام کر پلنگ پر بٹھا لیا اور اُس کی کمر میں ہاتھ ڈال کر اُس کی آنکھیں، گال، گردن اور ہونٹ چومنے لگا۔ اُس کا سانس اُکھڑ گیا اور مُنہ کھلا کا کھلا رہ گیا۔ بے اختیاری کے عالم میں میرے ہاتھ دراز ہونے لگے تو اُس نے اُنھیں اپنے ہاتھوں سے پکڑ لیا۔ میں نے چھڑانے کی کوشش کی تو اُس نے میرے ہاتھ اپنی گود میں رکھ کر داب لئے۔ میں نے ایک بار پھر اُس کے ہونٹوں کا شہد گھونٹ گھونٹ پیا اور پھر خوشبوؤں کا ریلا آ گیا۔ چنبیلی کے پھولوں کی خوشبو، اُس کے سر کے بالوں کی خوشبو، اُس کے لب و دہن اور سانسوں کی خوشبو سارے میں پھیل گئی اور اُس کے گدرائے ہوئے بدن کا چندن مہک اُٹھا۔ میرے ہاتھوں پر اُس کی گرفت ڈھیلی پڑ گئی تو وہ پھر گستاخیوں پر اُتر آئے۔ اُس نے اپنا سر میرے سینے پر رکھ دیا اور غنغناتے ہوئے کہا

''بتّی بجھا دیں۔

میں نے سُنی ان سُنی کر دی

''نہیں نہیں!'' پھر وہی غنغناہٹ کی آواز آئی

میں نے بتّی نیچی کر دی اور رات کے معطر اندھیارے نے ہمیں اپنے گھیرے میں سمیٹ لیا۔ ہم سُنہرے دھندلکوں کی وادیوں میں کھو گئے۔ کاش کہ میں اُس رات کو دو چار ساعتوں کے لئے طول دے سکتا۔ وقت کی قاہری اور سنگینی کے سامنے اپنی بے چارگی اور بے بسی کا اتنا شدید احساس اس سے پہلے مجھے کبھی نہیں ہوا تھا۔

ہمارے حواس بحال ہوئے تو میں نے بتی اُونچی کر دی کانتا پلنگ پر اُکڑوں بیٹھی اپنا لباس درست کر رہی تھی۔ اُس کے گالوں پر آنسو ڈھلک رہے تھے جیسے گلاب کی پتیوں پر اوس کے قطرے چمک رہے ہوں۔ میں نے اُس کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر کہا

''کانتا میری جان! تم پچھتا رہی ہو؟''

''مجھے کچھ ہو گیا تو؟'' وہ کپکپاتی ہوئی آواز میں بولی۔ اُس کی نگاہ میں ملامت تھی جس کی کھٹک میں نے اپنے سینے میں محسوس کی۔ میں نے دھیرج سے اُس کے آنسو رومال سے پونچھے تو وہ سنبھل گئی اور اپنے بال سنوارتے ہوئے کہنے لگی۔ ''آپ نے من مانی کر لی ہے۔ اب تو آپ خوش ہیں ناں؟''

میں نے کہا ''میں بہت ہی خوش ہوں لیکن تمہارا املال دیکھ کر میری خوشی آدھی رہ گئی ہے۔''

اُس نے میرا ہاتھ داب کر کہا ''سجن! آپ نے کہا تھا کہ پیار کرنے والے کو بلی دینا پڑتی ہے۔ سو میں نے

دی ہے۔ اب آپ کی خوشی ہی میری خوشی ہے۔"
معاً ڈیوڑھی کا دروازہ کھٹ سے کھلا۔ کانتا نے پیاری بھری نگاہ سے میری آنکھوں میں دیکھا اور باہر نکل گئی۔

---

(۵)

ایک دن میں نے کانتا کو لکھا کہ میں جانے کی تیاری کر رہا ہوں ہو سکے تو رات کو آ کر مجھ سے ملے۔ اُس نے جواب دیا کہ میں آنے کا جتن کروں گی۔ ستارے ہمارے موافق تھے۔ وہ دس بجے کے قریب آ گئی اور کہنے لگی۔
"میری سہیلی سوما مندر کا پہلا گھڑیال بجتے ہی یہاں آ کر مجھے لے جائے گی اور ہم کہیں گی کہ ہم گالے کو گئی تھیں۔" تو گویا آج کی ساری رات ہماری تھی۔ پیار اور جوانی کے تقاضے پورے ہو چکے تو اُس نے اپنا سر میرے بازو پر رکھ دیا۔ میں اُس کے بالوں کی ایک لٹ اپنی انگلی کے گرد لپیٹنے لگا تو وہ بولی
"آج مجھے آپ سے بہت سی باتیں کرنی ہیں" پھر اُس نے مجھے اپنی کہانی سُنائی۔ کہنے لگی۔
"میں دس برس کی ہوں گی جب اپنی سہیلیوں کی زبانی مجھے پیار کا بھید معلوم ہوا۔ کچھ لڑکیاں تو اپنے ہم عمر لڑکوں کے ساتھ جھوٹ موٹ کا یہ کھیل کھیلا بھی کرتی تھیں۔ ہمارے پڑوس میں ایک نٹ کھٹ لڑکا رہتا تھا۔ ایک دن ہم آنکھ مچولی کھیل رہے تھے کہ اُس نے کواڑ کے پیچھے مجھے پکڑ لیا اور کہا " آؤ پیار کا کھیل کھیلیں" یہ کہہ کر اُس نے میری دھوتی کا پلو کھینچا تو میں نے اُس کے مُنہ پر تڑ سے چانٹا جڑ دیا اور وہ روتا ہوا بھاگ گیا۔ اِس کے بعد کسی چھوکرے کو مجھ سے چھیڑ چھاڑ کرنے کی ہمت نہ پڑی۔ لڑکیاں آپس میں مِل بیٹھتیں تو یہ بات چل نکلتی کہ کون کسے چاہتا ہے اور کون کس سے پیار کرتی ہے۔ میں بارہ برس کے لگ بھگ ہوں گی جب آپ کا ذکر ہماری گلی میں ہونے لگا کہ لڑکیاں اُس کے پاس جاتی ہیں تو وہ اُنھیں قسم قسم کے تحفے دیتا ہے۔ ہم سب جوان ہونے کے لئے بے کل تھیں۔ میری سہیلیاں ہر روز صبح سویرے جاگ کر اپنی دھوتی دیکھا کرتیں کہ جوانی کا دھبہ لگا ہے کہ نہیں۔ ہم چاہتی تھیں کہ جلدی سے جوان ہو جائیں اور پتہ کریں کہ آخر بات کیا ہے۔ ایک دن میں گلی کی ناریوں کے ساتھ پیچھے کھیتوں میں گئی تو

دیکھا کہ بیلے کی طرف سے لڑکوں کی ایک ٹولی آ رہی تھی۔ ایک لڑکے کے پاس بندوق تھی اور ایک نے مرئے ہوئے تیتر پکڑ رکھے تھے۔ میری ایک سہیلی پشپا نے میرے کان میں کہا "دیکھتی ہو نیلی قمیض والا وہ لڑکا! وہی بادشاہ ہے جس کا آج کل گامی کے ساتھ یارانہ چل رہا ہے۔"

میں نے یہ ظاہر نہیں ہونے دیا کہ میں آپ کو جانتی ہوں۔ گامی سے آپ کی گاڑھی چھنتی رہی ہے۔ ہے ناں؟"

اُس نے رُواروی میں مجھ سے پوچھا۔ میں نے شرمندہ ہوکر کہا

"چھوڑو بھی یہ پُرانی باتیں" وہ کہتی گئی۔۔۔

"میں سوچنے لگی بادشاہ جیسا منش گامی جیسی بے ڈول اور آوارہ لڑکی سے کیسے پریم کرسکتا ہے؟"

میں کچھ کہنا چاہتا تھا لیکن اُس کی سُریلی آواز نے مجھے مسحور کر رکھا تھا۔ لگتا تھا جیسے چاندی کی ننھی منّی گھنٹیاں تال میل میں بج رہی ہوں۔ وہ بولی بس یہی بات میری سمجھ میں نہیں آتی تھی۔ اُس دن کے بعد جب ہم صبح و شام گالے کو جاتیں تو میں آپ کو رجھانے کے لئے ترچھی نظروں سے آپ کو دیکھا کرتی تھی۔ ایک دن آپ گھوڑے پر سوار ہماری گلی میں سے گزرے تو میں اپنے دروازے میں کھڑی تھی۔

میں نے کہا "ہاں وہ گڑیا سی لڑکی مجھے یاد ہے۔"

وہ کہنے لگی "میں گُڑیا نہیں تھی میں اپنی سہلیلیوں میں سب سے پہلے جوان ہوئی تھی۔ لڑکیاں مجھ سے پوچھتی تھیں "اری تو کھاتی کیا ہے؟" میں کہتی "انڈے اور پیاز تل کے کھاتی ہوں۔ اس پر لڑکیوں نے چوری چھپے انڈے تل کر کھانا شروع کئے"

میں نے حیرت سے پوچھا "تم لوگ انڈے اور پیاز کھالیتے ہو؟"

"ہاں" وہ کہنے لگی "سناتنی پنڈت نہیں کھاتے۔ جب آپ گلی کے نکڑ پر میری نظروں سے اوجھل ہوگئے تو میں اندر جا کر ایک جھلنگے پر لیٹ گئی۔ میرے ہاتھ پاؤں سُن ہوگئے تھے اور سینے میں ہُوک اُٹھ رہی تھی۔ آپ کا مُکھڑا میری آنکھوں کے سامنے تھا میں نے اپنے آپ سے کہا "کیا یہی پیار ہے؟"

اُنھیں دنوں ستیہ کے نام آپ کا پریم پتر پکڑا گیا۔ یہ سُن کر میرے دل میں گھونسا لگا۔ لڑکیاں آپ کی اور ستیہ کی باتیں کرتیں تو میں آپ کے لتے لیا کرتی تھی۔ میں کہتی "یہ کیا سبھاؤ ہے آج ایک سے پیار کرنا کل دوسرے سے نیہہ لگانا"

کرشنا بولی "پیار وِشے[1] ہی تو ہے۔"

---

[1] ہوس

میں نے رُکھائی سے کہا ''اچھے منش پیار کرتے ہیں وِشے واشنا تو ڈھور ڈنگروں میں بھی ہوتی ہے۔''

سنتوش نے میری ہنسی اُڑائی اور بولی ''پریم، پیار، نیہہ سب مکر ہے جھوٹ ہے دھوکے کی لیلا ہے اصل بات وشیا[1] ہے کامنا ہی کامنا ہے'' یہ کہہ کر اُس نے زمین پر اپنی اُنگلی سے ننگی لکریں کھینچ دیں اور کہا ''دیکھو! یہ ہے پیار''

اِس پر سب لڑکیاں کھلکھلا کر ہنس پڑیں۔ نانکی بولی

''کرشنا اور سنتوش سچ کہتی ہیں میں نے چھپ چھپ کر اپنے ماتا پتا کو اسی طرح پیار کرتے دیکھا ہے''

سوما نے میری طرف داری کرتے ہوئے کہا

''یہ پیار نہیں گرہست ہے''

نانکی بولی ''پھر پیار کیا ہوتا ہے؟''

سوما نے سوچ سوچ کر کہا ''پیار تو پیار ہوتا ہے ناں۔''

اِس پر نانکی ٹھٹھا کرنے لگی۔ میرا جی چاہا کہ اُس کا منہ نوچ لوں۔ ایک دن نانکی نے ہم سب سے باری باری پوچھا ''تم کسے اپنا متر بناؤ گی؟''

میں نے کہا ''پہلے تو بتا''

وہ بولی ''میں بادشاہ کو اپنا متر بناتی پر وہ میری اُور[1] دیکھتا ہی نہیں''

یہ سن کر میں جل گئی اور کہا

''رنڈی! ایک ہری چُگ سے ہاتھ جوڑے گی؟''

وہ کہنے لگی ''بادشاہ تجھے بُلائے تو تو اُس کے پاس نہیں جائے گی؟''

''میری جوتی بھی نہیں جائے گی'' میں نے غصے میں آ کر کہا

اس پر میں ہنس پڑا۔ وہ جھینپ گئی اور بولی

''مجھے اپنے اہنکار[2] کی سزا مل گئی ہے۔ ہے ناں؟'' اس نے خفت کی نظر سے میری آنکھوں میں دیکھا میں نے پیار سے اُس کے گال سہلائے تو وہ کہنے لگی ''سب لڑکیوں نے کسی نہ کسی لڑکے کا نام لیا

---

1. طرف 2. تکبر

میری باری آئی تو میں نے کہا "میں کسی کو اپنا مترنہیں بناؤں گی۔"

اس پر نانکی قہقہہ مار کر بولی "تو سدا دُکھی رہے گی۔ بہاری کی کویتا میں نہیں پڑھا؟

"پریم ہی جیون کا سکھ ہے باقی سب دُکھ ہی دُکھ ہے۔"

میں نے اپنے جی میں کہا، بہاری سچ کہتا ہے پر نہیں کس سے پیار کروں۔ بادشاہ سے؟ وہ تو بگڑا ہوا، ہرجائی ہے۔ ایک لڑکی گئی دوسری آئی، دوسری گئی تیسری آئی، تیسری۔۔۔۔"

میں نے اُس کی بات کاٹ کر کہا "کانتا اب بس بھی کرو۔ کہاں تک پہاڑا پڑھتی جاؤ گی؟"

وہ چپ ہوگئی تو میں نے کہا "اپنی بات جاری رکھو۔ تمہاری باتیں بڑی رسیلی ہیں"

وہ مسکرا کر بولی "کہیں کہیں سے کڑوی بھی تو ہیں۔۔۔ ہاں تو میں لڑکیوں کے سامنے آپ کی نندیا کرتی پر جی ہی جی میں آپ سے پریم کرنے لگی۔ آپ سپنوں میں مجھے نظر آنے لگے۔ کبھی ایسا بھی ہوتا کہ کام کرتے کرتے آپ کا خیال آجاتا تو میری آنکھیں بھیگ بھیگ جاتیں اور دِل میں ہُوک اُٹھتی۔ ایک دن ماں نے مجھے گھور کر دیکھا اور کہا "کانتو؟ تجھے کیا ہو گیا ہے کیوں گُم سُم رہنے لگی ہو اور تیری آنکھیں کیوں بھیگی رہتی ہیں۔"

میں نے چترائی سے بات ٹال دی۔ آپ گاؤں سے چلے گئے تو آپ کی باتیں بھی کم ہونے لگیں اور پھر ایک عجیب بات ہوئی۔ چار پانچ مہینوں میں میری کایا پلٹ ہوگئی، قد بڑھ گیا، کپڑے تنگ ہو گئے۔ ماں میرا شریر[1] دیکھ دیکھ کر گھبرانے لگی۔ محلے کی بڑی بوڑھیوں میں کھسر پھسر ہونے لگی۔ ایک نے ماں سے کہا بھی "کانتو کی اُٹھان نہیں دیکھتیں؟ کیا ہاتھ پاؤں نکال رہی ہے۔ اس کا کچھ سوچا بھی ہے کہ نہیں؟" میں درپن[2] میں اپنا مکھڑا دیکھتی تو میرا دِل دھک سے رہ جاتا۔ اپنی آنکھوں کی دمک، گالوں کی جوت، ہونٹوں کی لالی مجھے بے کل کر دیتی۔ نہاتے وقت لڑکیاں مجھے دیکھ دیکھ کر حیران رہ جاتیں اور کہتیں

"بھگوان نے تجھے اپنے ہاتھوں سے ڈھالا ہے پر یہ نہیں معلوم کس کے لئے؟"

مجھے اِن باتوں سے لاج بھی آتی اور آنند بھی ملتا۔ اتنے میں میں آپ آگئے۔ میں سوچنے لگی کہ کسی طرح آپ سے میری مڈ بھیڑ ہو جائے اور آپ میرا روپ نظر بھر کر دیکھ لیں۔ پر آپ میری اور دھیان ہی نہیں دیتے تھے۔ اتنے میں بات چلی کہ بلّو آپ کے پاس جاتی ہے۔ یہ سُن کر میں غصے سے تلملا اُٹھی جیسے بلّو کو اپنے پاس بُلا کر آپ نے میرا اپمان[3] کیا ہو۔ میں اِسی کرودھ[4] میں جل رہی تھی کہ بنھ پر میرا آپ کا آمنا سامنا ہو گیا اور میں نے آپ کو جھڑک دیا۔ دوسرے دن جیونی نے جلتی پر تیل گرایا۔ میں

---

[1] بدن [2] آئینہ [3] توہین [4] حسد، جلن

بھک اُٹھی کہ مجھے بھی گامی یا بلّو سمجھ رکھا ہے۔ اس کے بعد جو کچھ ہوا وہ آپ جانتے ہیں۔"

اِتنا کہہ کر وہ چپ ہوگئی۔ میں نے اُس کا ہاتھ داب کر کہا" کانتا! چپ کیوں ہوگئیں؟" وہ بولی

"جب میں نے کھاٹ پر آپ کو لہولہان دیکھا تو میرے پیار نے جوش مارا اور سارا غصہ جاتا رہا۔ میں نے روتے ہوئے اپنے آپ سے کہا" یہ تیرے ہی کوسنوں کا پھل ہے کانتا رانی! بادشاہ کو کچھ ہوگیا تو جیتے جی مرجائے گی۔" دیوی نے میری سُن لی اور آپ کی جان بچ گئی۔"

چاندی کی گھنٹیوں کا طلسم ٹوٹا تو میں نے اُس کا مرمریں بازو اپنی گردن میں حائل کرلیا۔ وہ لپک کر میرے سینے سے لگ گئی اور سسکاری بھرتی ہوئی بولی۔

"سجن! آپ کے بنا میں جی نہیں سکوں گی۔ آپ کیوں مجھے چھوڑے جارہے ہیں۔ میری آنکھیں آپ کے درشن کو ترس جائیں گی۔ میں آپ کی یاد میں نش ۱ دن تڑپتی رہوں گی۔ میرے من کی تپت ۲ کون بجھائے گا؟ میں نے آپ سے کیوں نیہہ ۳ لگایا۔ کیوں بیٹھے بٹھائے اپنی جان کو روگ لگالیا؟"

میں نے اُس کی دلد ہی کے لئے اُس کا منہ چوما اور کہا

"کانتا جانی! بس تین مہینے کی بات ہے۔"

"نہیں! نہیں!" وہ مچلنے لگی۔ "میں بیری من کو کیسے سمجھاؤں گی؟"

میں نے سوچ سوچ کر کہا" اچھا تو یوں کرتے ہیں کہ میں کسی نہ کسی بہانے ہر مہینے گھر کا چکر لگا کر تمہیں مل جایا کروں گا۔" وہ بے اختیار مجھ سے لپٹ گئی" سچ! آپ آیا کریں گے؟"

میں نے اپنی آواز پر قابو پانے کی کوشش کرتے ہوئے کہا

"تم سدا اپنے ہی بارے میں سوچتی ہو۔ یہ نہیں جانتی کہ میں بھی برہا کی آگ میں جلتا رہوں گا۔"

یہ سن کر وہ اچانک اُچھل کر بیٹھ گئی اور کہنے لگی

"مجھے اپنے پیار کی کوئی نشانی تو آپ نے دی ہی نہیں۔"

میں نے اپنی انگلی سے انگوٹھی اُتار کر اُسے دی تو وہ بولی

"آپ کی نشانی تو بڑی قیمتی ہے۔ میں آپ کو کیا دوں؟"

اُس کے گھنے سیاہ بالوں میں سنہرے رنگ کے بالوں کی ایک لٹ تھی جو کسوٹی پر سونے کی لکیر کی طرح دمکتی تھی۔ میں نے اُس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا

---

۱ ہر روز ۲ تپش ۳ پیار کیا

''تمہارے بالوں کی یہ سنہری لٹ نہ کاٹ لوں؟''

وہ کہنے لگی ''آپ کو پسند ہے تو میں ابھی کاٹ دیتی ہوں۔''

''رہنے دو! میں یونہی کہہ رہا تھا۔ تمہارا رُومال جو میرے پاس ہے۔۔''

اِس کے بعد ہم پھر پیار کی پُر اسرار وادیوں کی سیر کو نکل گئے۔ میری آنکھ کُھلی تو اس کے نازک بدن کا ریشم لیمپ کی مدہم روشنی میں جھلمل جھلمل کر رہا تھا۔ اتنے میں مندر کا گھڑیال بجنے لگا۔ کانتا ہڑبڑا کر اُٹھ بیٹھی اور کپڑے پہنے۔ ہم دونوں سنبھل کر بیٹھے ہی تھے کہ کسی نے ہُولے سے دروازے پر دستک دی۔ کانتا نے باہر جا کر کسی سے سرگوشی کی اور واپس آ گئی میں دروازے تک اُس کے ساتھ گیا۔ اُس نے میرے گلے سے لگ کر پیار کیا اور باہر نکل گئی۔

میں وہیں کھڑا تھا کہ وہ جھپاک سے لوٹ آئی اور مجھ سے لپٹ گئی۔ پھر اُس نے چپکے سے اپنے آپ کو میری باہوں سے چھڑایا اور دوڑ کر صبح کے دھندلکے میں غائب ہو گئی۔

---

(۶)

اب کے گاؤں چھوڑنا میرے لئے بہت مشکل تھا۔ کانتا کے پیار نے میرے حواس کو اِس طرح اپنی لپیٹ میں لے لیا تھا کہ مُجھے کسی بات کی سُدھ بُدھ نہیں رہی تھی۔ لاہور جا کر میری طبعیت ایک حد تک بہل گئی۔ کھیل کود، سیر و تفریح، ہوٹلوں کی نشست، دوستوں کی محفل اور انتخاب کے ہنگامے نے میرے دل سے غم جدائی کا ڈنک نکال دیا لیکن جب کبھی سوتے میں آنکھ کُھل جاتی تو میں بے اختیار کروٹ بدل کر دیکھتا اور بستر کو کانتا سے خالی پا کر انگاروں پر لوٹنے لگتا۔ میں سوچتا کہ کانتا بھی اِسی طرح میرے لئے اُداس ہو گی۔ جو راتیں اُس کے ساتھ گزاری تھیں اُن کے دلکش مناظر آنکھوں کے سامنے گھوم جاتے اور میں سینہ تھام کے رہ جاتا۔ میرے عزیزوں نے لاہور آ کر اپنی پُرانی روش اختیار کر لی۔ اُنھوں نے بھاٹی دروازے کی ایک کٹنی مائی کموں کو بُلایا۔ وہ ہفتے کے روز کسی نہ کسی لڑکی کو لے کر آ جاتی تھی۔ ہم ہوسٹل سے اُٹھ آئے تھے اور کرائے کے ایک مکان میں رہتے تھے جہاں ہمیں ہر قسم کی آزادی میسر تھی۔ وہ لڑکی کو شراب پلا کر اور خود بھی چڑھا کر ساری رات خرمستیوں میں گزار دیتے تھے۔ مجھے اِن باتوں سے نفرت ہو

گئی اور میں نے شراب پینا بھی ترک کر دیا کیونکہ میں اُمرت چکھ چکا تھا۔ یہ آوارہ لڑکیاں مجھے نالی کے کیڑوں کی طرح بدبودار لگتی تھیں اور مجھے ان سے گھن آنے لگی تھی۔ میرے دوست پہلے تو مجھے شرکت کی دعوت دیتے رہے پھر مایوس ہو کر کہنے لگے اسے اپنے حال پر چھوڑ دو بے چارے کو مراق مالیخولیا ہو گیا ہے۔ ایک دن وہ کہیں سے ایک گول گوتھنا سی جوان لڑکی پکڑ لائے۔ خود بھی پی اور اُس بھی پلا کر بازو والے کمرے میں لے گئے۔ وہ لڑکی دو چار پیالے پی کر ہی بہک گئی اور واہی تواہی بکنے لگی۔ میں اپنے پلنگ پر لیٹا سونے کی کوشش کر رہا تھا لیکن ساتھ والے کمرے سے آنے والی آوزوں نے مجھے سخت بے قرار کر دیا اور کانتا کی یاد ٹیس بن کر میرے پہلو میں چبھنے لگی۔ غنودگی کے عالم میں دیکھتا کیا ہوں کہ کوئی میرے بستر میں گھس گیا ہے۔ میں ہڑبڑا کر اُٹھ بیٹھ تو لڑکی بولی

''وہ موٹے تو بے سُدھ پڑے ہیں، تم رہ گئے تھے۔''

اُس کے بدن اور منہ سے ایسی گھناؤنی بدبو آ رہی تھی کہ نفرت سے مجھے اُبکائی آ گئی۔ میں نے اسے گھسیٹ کر اپنے بستر سے نکالا اور فرش کی دری پر ڈھیر کر دیا۔ میری خوش قسمتی سے وہ جلدی ہی سو گئی۔ آج مجھ پر اِس حقیقت کا کُھل کر انکشاف ہوا کہ کانتا کے پیار نے میری دنیا ہی بدل ڈالی تھی۔ وہ میرے جیون میں نہ آتی تو میں بھی گندگی کی دلدل میں دھنس کر رہ جاتا۔

ہم دوسرے تیسرے روز فلم دیکھنے جاتے تھے۔ مجھے کوئی ایکٹرس کانتا جیسی حسین اور خوش ترکیب دکھائی نہ دی۔ اُس کا سانچے میں ڈھلا ہوا بدن۔ اُس کی سڈول چھاتیوں اور رانوں کے نفس پرور ابھار، اُس کے گھٹنوں، کہنیوں اور ٹخنوں کی دلاویز گولائیاں اور اُن میں پڑے ہوئے ننھے گڑھے، اُس کے مُنے سے گداز ہاتھ پاؤں اور چاندی کی طرح چمکتے ہوئے گدرائے ہوئے بازو، اُس کے گالوں اور ہونٹوں کی ترغیب آور لالی۔ اُس کے پیار میں بھیگے ہوئے۔ نین جن کی اتھاہ پتلیوں میں جھانکنے سے جی کتنا بھرتا تھا۔ اُس کی سپید بھری بھری گردن جسے بار بار چومنے کو جی چاہتا تھا۔ اُس کی خوش وضع یونانی ناک، اُس کی فاختہ کی ہوک جیسی سہلانے والی مخملیں آواز، اُس کے ترشے ہوئے مدھ بھرے ہونٹ، اُس کی والہانہ خود سپردگی۔ کانتا نے میرا ذوقِ حسن اِس قدر بلند اور پاکیزہ کر دیا تھا کہ اب کوئی جوان عورت میری نظروں میں جچتی ہی نہیں تھی۔ بازاروں اور سڑکوں پر گھومتی پھرتی عورتیں جن کے اعضا کا تناسب درزی کے کمال کا اور حسن و جمال آرائش و زیبائش کا مرہون منت تھا۔ مجھے ایک آنکھ نہیں بھاتی تھیں۔ میں انہیں دیکھ کر جی ہی جی میں ہنسا کرتا کہ یہی ہیں وہ سندریاں جن کے بارے میں کانتا کہتی تھی کہ اُس کی یاد کو میرے دل سے محو کر دیں گی۔ بات اس کے اُلٹ تھی۔ ان آرائشی کٹھ پتلیوں کو دیکھ کر مجھے کانتا کا شگفتہ حُسن

اور اُس کے نازک بدن کی رعنائیاں یاد آجاتی تھیں، بعض اوقات اُس کی یاد اِس شدت سے آتی کہ میرے حواس ضبط ہو جاتے۔ آخر مجھے گھر سے سامان لانے کا بہانہ ہاتھ آ گیا۔ میں نے خط لکھا کہ میں اپنے گرم کپڑے اور بستر لانے کے لئے اگلے ہفتے آؤں گا۔ جیونی اکثر ہمارے یہاں آیا کرتی تھی۔ مجھے موہوم سی اُمید تھی کہ وہ میری آمد کی خبر سن کر کانتا کو بتلا دے گی۔ میں نے کانتا کے لئے ربن، لپ سٹک، روج، کاجل، کلپ، عطر اور ٹافیاں خریدیں اور کیسری رنگ کا ایک ریشمی جوڑا بھی سلوا لیا اور اسی رنگ کا دوپٹہ خرید لیا۔ کانتا نے ایک رات مجھ سے کہا تھا کہ اُسے مسلمانیوں کی شلوار قمیض بہت پسند ہیں۔ درزی نے ناپ کے لئے کہا تو میں گھبرایا اور کہا بس میڈیم ناپ کا سی دو۔ وہ حیران تو ہوا مگر چپ ہو رہا۔ سینڈل میں نے سب سے چھوٹے سائز کے خریدے کیوں کہ کانتا کے پاؤں بہت چھوٹے تھے۔ سب سے آخر میں اُس کی کلائیوں کے لئے گجرے خرید لئے اور اپنے زعم میں پوری طرح تیار ہو گیا۔ اُس زمانے میں بس سروس نہیں تھی۔ ہم لوگ ریلوے اسٹیشن پر اُتر کر گھوڑے پر سوار دریا کے پتن پر جاتے۔ وہاں سے ناؤ میں بیٹھ کر بیلے پہنچتے اور بیلے سے پھر گھوڑے پر سوار ہو کر گاؤں کو جاتے تھے۔ میں نے گھوڑا کنویں پر چھوڑا اور لمبے لمبے ڈگ بھرتا ہوا ڈھکی[1] اپر چڑھا جس سے میرا سانس پھول گیا۔ کانتا اپنے دروازے میں کھڑی تھی۔ مجھے دیکھ کر اُس کا چہرہ گلاب کی طرح کِھل گیا اور خوشی کے آنسو آنکھوں میں تیرنے لگے۔ اِسے دیکھ کر میری جان میں جان آئی۔ میں قریب سے گزرا تو اُس نے زیرِ لب کہا ”آج کی رات“ میری آمد کی خبر پا کر شکاری اور شطرنجی اکٹھے ہو گئے۔ خوب گپ شپ رہی۔ آخر میں نے سفر کی تھکن کا ذکر کیا تو وہ چلے گئے۔ اتنے میں میرا بیگ بھی پہنچ گیا۔ میں نے ساری چیزیں نکال کر الماری میں قرینے سے رکھ دیں اور اُسے مقفل کر دیا۔ کانتا دس بجے کے بعد آئی اور آتے ہی مجھ سے لپٹ گئی۔ ہم دیر تک بے خودی کے عالم میں کھڑے رہے۔ آخر وہ مجھ سے الگ ہوئی اور ہم اندر چلے گئے۔ میں نے کہا

”تمہیں میرے آنے کی خبر مل گئی ہوگی“

”ہاں“ وہ چہک کو بولی ”جیونی نے بتلا دیا تھا۔ اسی لئے میں نے اپنی سہیلی سوما سے کہہ کر آپ کی ملاقات کا جتن کر لیا۔ کہیئے آپ کیسے رہے۔ مکھڑے سے تو بڑے خوش دکھائی دے رہے ہیں۔“

میں نے اُس کا منہ چوم کر کہا ”تم جو سامنے بیٹھی ہو۔“

”وہ مسکرا کر بولی“ ”آج میں بہت ہی خوش ہوں۔ بھگوان کرے مجھے یہ خوشی پچ جائے۔ کہیئے لاہور میں

---

[1] پہاڑ کی چڑھائی

میری یاد تو آتی ہی ہوگی کبھی کبھار"

میں نے پیار بھرے لہجے میں کہا

"تم تو جیسے میرے ساتھ ہی وہاں چلی گئی تھیں۔ اُٹھتے بیٹھے، چلتے پھرتے، سوتے جاگتے تمہیں سدا اپنے سامنے ہی کھڑے ہوئے پایا۔"

وہ میرے گال سے اپنا گال جوڑ کر کہنے لگی۔

"ذرا دیکھو تو کیا آپ سچ مچ میرے پاس بیٹھے ہیں یا میں سپنا دیکھ رہوں" یہ کہہ کر وہ اپنی باہیں میری گردن میں حائل کر کے بولی۔

"سجن! آپ نہ آتے تو میں مر ہی گئی ہوتی۔ آپ کے جانے کے بعد میرا یہ حال ہو گیا کہ کھڑی ہوں تو بیٹھنے کی سُرت نہیں اور بیٹھی ہوں تو کھڑا ہونے کی سکت نہیں۔ اندھے پیار کی ڈاہ[1] نے مجھے پاگل کر دیا۔ رات تو ناگن بن کر مجھے ڈستی رہی اور ہولے ہولے میرے دل کا لہو پیتی تھی۔ آپ کو ملنے کی تانگھ[2] میں تن من کی سُدھ بسر گئی۔ اپنے پریم کی پیڑ[3] کس سے کہتی۔ دن رات آپ کے آنے کی شگن بچارتی[4] رہتی۔ ایک رات کو میں نے سپنا دیکھا کہ آپ میرے پاس بیٹھے ہیں اور میرے سر کے بال اپنی انگلیوں کے گرد لپیٹ رہے ہیں۔ آنکھ کھلی تو چاروں اور گھپ اندھیرا تھا۔ میرا دم گھٹنے لگا جیسے کوئی میرا گلا گھونٹ رہا ہو۔ میں نے چیخ کر پانی مانگا۔ ماں لپک کر پانی کا کٹورا لے آئی۔ میں غٹا غٹ پانی پی گئی تو وہ کہنے لگی تجھے کئی بار کہا ہے کہ چت لیٹ کر نہ سویا کرو اس طرح آدمی ڈر جاتا ہے۔

راتوں کو میں اکثر یہ سپنا دیکھتی کہ ایک کالا کتا میرا پیچھا کر رہا ہے اور میں اُس کے آگے آگے بھاگتی جا رہی ہوں۔ وہ بھونکتا ہوا آتا ہے اور میری پنڈلی میں اپنے دانت گڑو دیتا ہے۔ میں تڑپ کر اُٹھ بیٹھتی اور ڈر کے مارے ساری رات آنکھوں میں کاٹ دیتی۔ سجن! میرا من کہتا ہے کہ ہونی[5] میرے سر پر منڈلا رہی ہے۔ اور مجھ پر کوئی بپتا پڑنے والی ہے" یہ کہتے ہوئے وہ سہم کر مجھ سے لپٹ گئی

میں نے مزاحاً کہا "میں جو بپتا بن کر تجھ پر آیا ہوں"

اُس نے جھٹ اپنا نرم ہاتھ میرے مُنہ پر رکھ دیا اور کہا

"پھر بدشگنی کی باتیں! آپ تو میرے من مندر کے دیوتا ہیں۔ میں سانجھ سویرے اپنے دیوتا پہ پھول چڑھاتی ہوں، اُس کے چرن دھوتی ہوں، آرتی[6] اُتارتی ہوں، پرکرما کرتی ہوں۔ میری بات کو

---

[1] شدید پیاس [2] ملاقات کی آرزو [3] درد [4] فال لینا [5] تقدیر [6] نظر اتارنا

ہنسی میں نہ ٹالیں۔ کچھ نہ کچھ ہونے والا ہے۔

میں نے اُس کے بالوں کی سنہری لٹ سنوارتے ہوئے کہا۔

''تمہارے من میں یونہی وہم اُٹھتے رہتے ہیں۔ میرے جیتے جی تمہارا کوئی کچھ بگاڑ نہیں سکتا۔ اِیسی باتیں نہ کیا کرو۔'' پھر اُس کی توجہ ہٹانے کے لئے میں نے کہا

''اے لو! یہ تو میں تمہیں بتلانا بھول ہی گیا کہ میں تمہارے لئے کیا چیزیں لایا ہوں''

یہ سن کر وہ خوشی سے کھل اُٹھی اور اس کے چہرے پر سے وسوسوں کی پرچھائیں ہٹ گئی۔ وہ بے ساختہ ہنس کر بولی۔

''جلدی بتایئے ناں کیا لائے ہیں''

میں نے کہا ''بوجھو تو جانیں۔''

ایک کنگھی ہوگی'' اُس نے سوچتے ہوئے کہا

''اُوں ہوں''

''ایک رُومال''

''اوں ہوں''

''چوڑیاں؟''

''اوں ہوں''

''عطر؟''

''ہاں عطر تو ہے''

''کلِپ؟''

''کلپ بھی ہیں''

''میں بوجھتی جا رہی ہوں ناں؟ وہ مینا کی طرح چہک کر بولی ''کوئی کپڑا؟''

''سِلا ہوا سوٹ، شلوار قمیض''

اُس نے خوشی سے تالی پیٹ کر کہا

''دکھایئے کہاں ہے، ابھی نکالئے ناں''

''بوجھو اور کیا ہوگا''

وہ لاڈ سے مچل گئی

''نہیں اب میں کچھ نہیں بوجھوں گی'' بس جلدی سے جوڑا دکھایئے نہیں تو میں روٹھ بیٹھوں گی اور رو پڑوں گی۔'' میں نے اُس کا منہ چوم کر کہا

''اس الماری میں سب کچھ رکھا ہے۔ پر ایسی بھی کیا جلدی ہے۔ پہلے من کی پیاس بجھاتے ہیں پھر دیکھیں گے۔''

یہ سن کر وہ بے اختیار مجھ سے لپٹ گئی اور ہم ساتویں آسمان کی سیر'' کو چلے گئے۔ نہ معلوم واپس کس سمے ہوئی۔ میں نے دیکھا کہ وہ نیم خوابیدہ میرے بازوؤں میں لیٹی ہوئی ہے۔ میں نے اُس کا گال سہلایا تو وہ چونک پڑی اور بولی

''سجن! اب مجھے اکیلی چھوڑ کر نہ جانا، اُس کا لب ولہجہ بڑا افسردہ تھا۔ میں نے اُس کی سوچ کا رخ بدلنے کے لئے کہا

''دکھاؤں جوڑا؟'' یہ سن کر وہ اُچھل کر اُٹھ بیٹھی اور کپڑے پہن کر بولی ''دکھایئے ناں''

میں نے اٹھ کر الماری کھولی ار ساری چیزیں لا کر اُس کے سامنے ڈھیر کر دیں۔ اُس نے لپک کر جوڑا اُٹھایا۔ اُسے اپنے سینے سے لگا کر لیمپ کے سامنے جا کھڑی ہوئی اور اُس پر ہاتھ پھرتے ہوئے کہنے لگی۔

''یہ آپ نے کیسے جانا کہ میں کیسری رنگ پسند کرتی ہوں۔ میرے رومال کے پھولوں سے؟ ہے ناں؟ ہائے کتنا پیارا جوڑا ہے۔'' وہ چہکتی ہوئی ایک دم چُپ ہوگئی اور بجھی ہوئی آواز میں بولی

''یہ شلوار قمیض مجھے کون پہننے دے گا؟''

میں ہنس کر کہا ''تم یہ جوڑا ابھی اور اِسی وقت پہنو گی''

''ابھی!'' اُس کی آنکھیں مشعل کی طرح دمکنے لگیں

''ہاں! ابھی!''

''اچھا تو آپ مُنہ دھیان بیٹھیں''

میں نے منہ پھر لیا۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ اُچھل کر میرے سامنے آ کھڑی ہوئی۔ میں اُسے دیکھ کر حیرت زدہ رہ گیا۔ کیسری رنگ کے لباس نے اُس کے حُسن کو آگ لگا دی تھی اور اُس کا مُکھڑا انگارے کی طرح دہک رہا تھا۔ وہ ہنستے ہوئی بولی

''میں مسلمان لگتی ہوں۔ ہے ناں؟''

''بہت ہی سوہنی مسلمان'' میں نے کہا'' اور ہاں دوپٹہ تو تم نے اوڑھا ہی نہیں نہ سینڈل پہنے

ہیں اور نہ ربن باندھے ہیں۔"

ربن باندھے اور بولی۔

"میں دوپٹہ نہیں اوڑھوں گی۔ اِس سے مجھے گھبراہٹ ہوتی ہے" پھر سینڈل نکال کر اُلٹ پلٹ کر اُنھیں دیکھا اور پہن کر کمرے کا چکر لگایا اور اپنے آپ کو نیچے سے اوپر تک دیکھ کر کہنے لگی

"ایک بات میری سمجھ میں نہیں آ رہی۔ آپ نے میرا اور میرے بازوؤں کا ناپ کب لیا تھا۔ یہ تو ٹھیک ٹھاک ہی لگے ہیں۔"

میں نے کہا "اپنی نظروں سے تمہارا ناپ لے لیا تھا۔"

اُس نے لگاوٹ کے انداز سے میری طرف دیکھا اور پھر جیسے کوئی نیا خیال آ جاتا ہے کہنے لگی

"ہائیں! دوسری چیزیں تو میں نے دیکھی ہی نہیں۔ اچھا یہ رہے کلپ! بہت اچھے! یہ ہیں گجرے! بڑے سندر ہیں۔ یہ رہی لپ سٹک، یہ روج بہت پیاری ہے اور یہ کیا ہے۔ کاجل! واہ رے بھولے بالم! میں اسے لگاؤں گی تو چھپاؤں گی کیسے؟ یہ شیشی عطر کی ہوگی۔ کون سا عطر ہے یہ؟

"عِطر حنا"

"عطر کیا؟"

"مہندی کا عطر"

"ہیں! مہندی کا عطر بھی بناتے ہیں اور یہ؟"

"مٹھائی ہے"

میں نے ایک ٹافی نکال کر اُسے دی وہ کھا کر کہنے لگی "بہت ہی مزے دار ہے۔"

پھر وہ اِٹھلا اٹھلا کر کمرے میں چلنے لگی۔ کبھی اپنے آپ کو دیکھتی اور کبھی مجھے دیکھ دیکھ کر مسکراتی۔ الماری میں سے آئینہ نکال کر دیر تک اُس میں دیکھتی رہی۔ پھر کہا

"ستیہ، نانکی اور پشپا مجھے اِس جوڑے میں دیکھ لیں تو جل کر کوئلہ ہو جائیں۔ میں آپ کو شلوار قمیض میں اچھی لگتی ہوں۔ ہے ناں؟ میرا جی چاہتا ہے کہ اِس طرح گھر چلی جاؤں اور ماں کو جگا کر اُس سے پوچھوں "ماتا جی! مجھے کیسے لگتا ہے یہ جوڑا" پھر اُداس ہو کر بولی

"میرے ایسے بھاگ کہاں کہ اِس طرح کے جوڑے پہنوں"

میں نے اُسے بازو سے پکڑ کر اپنے پاس بٹھا لیا اور شیشی کھول کر اُس کے دہن پر عطر حنا مل دیا۔ پھر اُس کا منہ چوما تو اس کا اوپر کا سانس اوپر اور نیچے کا سانس نیچے رہ گیا۔ وہ مدھوش ہو کر کہنے لگی

"...! مجھے کیا ہو گیا ہے؟"

اِس کے ساتھ ہی خوشبوؤں کی دھارا بہنے لگی جس میں سب سے تیز خوشبو عطر حنا کی تھی۔ رات ...ب کی ڈھل گئی تھی۔ مندر کا گھڑیال بجا تو کانتا کسمسا کے اُٹھ بیٹھی اور مخمور آنکھوں سے میری طرف دیکھ ...ے اپنے آپ سے کہنے لگی

"ہے بھگوان! اتنی ڈھیر ساری خوشیاں میں کیسے پچا سکوں گی؟"

میں جان بوجھ کر آنکھیں نیم وا کیے پڑا رہا اور پلکوں کی اوٹ سے اُسے دیکھتا رہا۔ اُس نے جھک کر میرے ہونٹوں پر ہلکا سا بوسہ دیا جیسے تتلی پھول پر بیٹھے اور اُڑ جائے، پھر کپڑے پہنے۔ اُسے دیکھ کر مجھے ایک اطالوی مصور کی تصویر یاد آ گئی جس میں حسن کی دیوی وینس کو سمندر کے جھاگ میں سے اُبھرتے ہوئے دکھایا گیا ہے۔ اُس کی بھری بھری گوری رانیں گویا قدیم معبد کے مرمریں ستون تھے۔ جو چراغوں کی روشنی میں جھلملا رہے تھے۔ وہ کپڑے پہن کر میرے قریب آئی تو میں نے آنکھیں کھول دیں۔ وہ مُسکرا کے بولی

"آپ نے سونے کا مکر کیا ہوا تھا۔ ہے ناں؟"

میں بے اختیار ہنس پڑا۔ اس لڑکی سے کوئی بات چھپائی ہی نہیں جا سکتی تھی۔ پھر شوخی سے کہنے لگی

"اُس رات کو آپ نے میرے ہاتھ کی ریکھاؤں سے میرے سہاگ رات کا پتہ دیا تھا۔ وہ بھی چھل[1] تھا۔ ہے ناں؟"

میں خفیف ہو کر اُس کے گال میں بکٹا بھرا۔ اس وقت ڈیوڑھی کے دروازے پر کسی کے ہولے ہاتھوں سے دستک دینے کی آواز آئی۔ کانتا دوڑ کر گئی اور ایک لڑکی کو بازو سے پکڑ کر اندر لے آئی۔ لڑکی نے لاج سے اپنا سر جھکا رکھا تھا۔ کانتا بولی

"یہ ہے میری پیاری سہیلی سوما"

"سوما کا مکھڑا سندر ہو گا جبھی چھپا رکھا ہے کہ میری نظر نہ لگ جائے۔" میں نے اُسے دیکھ کر کہا کانتا نے اپنے ہاتھ سے اُس کا چہرہ اُوپر اُٹھاتے ہوئے کہا

"اِن کی ایک نہ سننا۔ باتوں باتوں میں تیرا من بھی موہ لیں گے۔ پھر مجھ سے مخاطب ہو کر بولی

"سوما ہی ہمارا ملاپ کراتی ہے۔ ہے ناں اچھی سہیلی؟" میں نے اُٹھ کر ٹافیوں کا ڈبہ کانتا کو دیا اور کہا "اس میں سوما کا بھی حصہ ہے۔ اکیلی نہ ہڑپ کر جانا"

اس پر دونوں ہنس دیں اور ہنستے ہنستے باہر نکل گئیں۔

---

[1] فریب

(۷)

اگلی رات کانتا نے مجھے ایک عجیب وغریب کہانی سنائی ۔ وہ آئی تو خلاف معمول افسردہ تھی ۔ چہرہ اترا ہوا تھا اور رنگ پیلا تھا۔ وہ کرسی پر بیٹھ گئی تو میں نے تشویش کے لہجے میں کہا

''آج تم اُداس دکھائی دے رہی ہو۔ کیا ہوا؟''

اُس نے مسکرانے کی کوشش کرتے ہوئے کہا

''آج میں آپ کو اپنا دکھڑا سناؤں گی۔ آپ میرے سجن ہیں ۔آپ کے سامنے اپنے جی کا بوجھ ہلکا کروں گی۔ اُس رات کو آپ نے میرے ہاتھ کی ریکھا میں دیکھ کر ٹھیک ہی کہا تھا کہ میرے جیون پر دکھ کی چھایا پڑ رہی ہے۔''

میں نے سنجیدگی سے کہا

''کانتا! میں تمہاری خوشی ہی کا ساتھی نہیں ہوں تمہارے دُکھ کا ساجھی[1] بھی ہوں۔ کہو کیا بات ہے اور میں تمہارے لئے کیا کرسکتا ہوں۔''

''آپ میرے سچے مِتر ہیں ۔آپ سے کچھ نہیں چھپاؤں گی۔ تو سنیئے ! بات یہ ہے کہ جمن لال میرا پتا نہیں ہے''

میں حیرت سے اُچھل پڑا ''کیا کہا تم نے؟''

وہ اُداسی سے بولی ''جی ہاں! وہ میرا پتا نہیں ہے۔ ہوا یوں کہ میری ماں کو کنوار پن میں اپنے ایک پڑوسی سے پیار ہوگیا۔ دونوں ایک مدت چھپ چھپ کر ملتے رہے جیسے۔۔۔''

وہ جھجک گئی تو میں نے اُس کا جملہ پورا کردیا ''جیسے ہم ایک دوسرے سے پیار کرتے ہیں اور چھپ چھپ کر ملتے ہیں۔''

وہ کہنے لگی'' ہاں! ایسی ہی بات تھی۔ اُن کی جاتی[2] ایک نہیں تھی اس لئے اُن کا دواہ نہیں ہوسکتا تھا۔ مِل کر بچھڑ جانا اُن کے لیکھ میں تھا۔ وہ کر بھی کیا سکتے تھے۔ ہونی ہو کر رہی میری ماں کا پیر بھاری ہو گیا۔ شروع شروع میں تو کسی کو پتہ نہ چلا پر میری نانی بھانپ گئی اُس نے ماں سے پوچھ گچھ کی تو ماں نے

---

[1] حصہ دار [2] ذات

...سب کچھ بتادیا۔ بات ناناجی تک پہنچ گئی۔ انھیں بڑا دکھ ہوا۔ وہ میری ماں کی سگائی کسی بڑے گھر ... کرنے والے تھے۔ دونوں نے مل کر ماں سے کہا کہ وہ اپنی ممانی پاس چلی جائے اور وہاں کسی دائی کو ... دے دلاکر اپنی کوکھ صاف کرالے۔ پر میری ماں نہ مانی۔ وہ نہیں چاہتی تھی کہ اُس کے پیار کی نشانی پر ... آئے۔ ناناجی نے نراش ہوکر میری ماں کی قسمت پکی عمر کے بدشکل چمن لال سے پھوڑ دی اور جیتے ... اسے بھاڑ میں جھونک دیا۔ میری ماں روتی پیٹتی اپنے سسرال چلی گئی۔ چمن لال کو یہ بات معلوم ہوئی تو ... ناناجی کے دوارے آکر ہاہا کار مچانے لگا۔ ناناجی نے دیکھا کہ لالچی آدمی ہے اُسے کچھ روپے دے کر ... کرادیا۔ چمن لال ریلوے میں نوکر ہے۔ وہ میری ماں کو ایک دور کے ریلوے اسٹیشن پر لے گیا جہاں ... واہ کے چوتھے مہینے میری ماں نے ایک بچی کو جنم دیا۔''

''اور وہ بچی تم ہو'' میں یہ کہے بغیر نہ رہ سکا۔

''ہاں وہ بچی میں ہوں'' میرے پیچھے میرا ایک بھائی متھرا داس پیدا ہوا آپ نے دیکھا ہوگا۔''

''وہ چوہا سا تو نہیں؟ میں نے کہا'' ہاں''

کانتا بے اختیار مسکرانے لگی'' ہاں وہی چوہا'' میں نے ہوش سنبھالا تو چمن لال کو جسے میں اپنا ... سمجھتی تھی ہر سمے ماں سے لڑائی جھگڑا کرتے دیکھا وہ بات بات پر اُلجھ پڑتے اور ہفتوں ایک دوسرے ... سے بات نہیں کرتے تھے۔ میری ماں سُندری تھی لوگ باگ حیران ہوتے کہ اس کل موہنے چمن لال سے ... کیسے نباہ کر رہی ہے۔ یہ باتیں جو میں آپ سے کہہ رہی ہوں مجھے ان کے جھگڑوں کو چھپ چھپ کر سننے ... سے معلوم ہوئیں۔ ایک رات کو میری ماں اور چمن میں سخت جھگڑا ہوا۔ وہ اُسی صبح کو بھی لڑ پڑے تھے اور ... میں اسی دکھ میں جاگ رہی تھی۔ میں دبے پاؤں اُٹھی اور اُن کے کمرے کے دروازے کے ساتھ کان لگا ... دیئے۔ چمن لال میری ماں کو طعنے مہنے دے رہا تھا اور اُس کے گھاؤ کرید رہا تھا۔ اُس رات مجھے پتہ چلا کہ ... وہ میرا اپنا نہیں ہے۔ یہ معلوم کرکے میں بہت خوش ہوئی کیوں کہ میں شروع سے اُس سے نفرت کرتی تھی۔ ... وہ جھڑکی کے بنا مجھ سے بات نہیں کرتا تھا اور مجھے دیکھ کر جل جاتا تھا۔ ایک دن میری ماں سے جھگڑتے ہوئے کہنے لگا۔

''تمہاری پتری تو سندری ہے پر مجھے کیسا پوت جن کے دیا ہے۔''

میری ماں نے کہا'' تمہارے جیسے منش کا پوت سُندر کیسے ہوسکتا ہے؟''

وہ بولا'' مجھے تو اس بات میں بھی شک ہے کہ متھرا میرا بیٹا ہے۔ میرے وچار میں تو یہ اُس کانٹے والے کا تخم ہے جس سے تم ہنس ہنس کر چہلیں کیا کرتی تھیں۔''

میری ماں نے دانت پیس کر کہا ''سچ جانیو! وہ تمہارا ہی بیٹا ہے۔ ایسا بدشکل بچہ تمہارے سوا کسی اور کا نہیں ہو سکتا۔''

وہ اپنی طرح لڑتے جھگڑتے رہے اور میں اُن کی باتیں سن سن کر کڑھتی رہی اور سوچتی رہی کہ آخر میرا پتا ہے کون؟ اُن دنوں میں نو دس برس کی ہوں گی۔ ایک رات سونے سے پہلے میں نے ماں سے پوچھ ہی لیا

''ماتا! میں جان گئی ہوں کہ چمن لال میرا پتا نہیں ہے۔ بتاؤ میرا پتا کون ہے۔''

یہ سن کر وہ بھونچکی رہ گئی اور دیر تک گم سم بیٹھی رہی۔ پھر مجھے سینے سے لگا کر رونے لگی اور کہنے لگی

بیٹی! تمہارا پتا سورگ باش ہو چکا ہے۔ اب تم متھرا کے پتا ہی کو اپنا پتا سمجھو'' میں نے ہٹ سے کہا ''میں کیوں اُسے اپنا پتا سمجھوں؟ میں تو اُس کی صورت بھی دیکھنا نہیں چاہتی'' میں بارہ تیرہ برس کی ہوں گی کہ چمن لال کا برتاؤ پہلا سا نہ رہا۔ وہ مجھ سے ہنسی چہل کرنے لگا اور پیار دلار سے پیش آنے لگا۔ میں سمجھی بھگوان نے اُس کے من میں دیا ڈال دی ہے۔ اور وہ مجھے اپنی پُتری سمجھنے لگا ہے۔ ایک دن میں اچانک جوان ہو گئی۔ یہ بات میں نے سہیلیوں کو بتا دی پر ماں سے چھپائے رکھی۔ جانے کیسے ماں کو پتہ چل گیا۔ اُس نے مجھے اپنے پاس بٹھا کر بہت سی باتیں سمجھائیں۔ کچھ دنوں بعد میری ماسی بیمار پڑ گئی۔ ہمیں تار ملا کہ اُسے ہسپتال میں داخل کرا دیا گیا ہے۔ چمن لال میری ماں کو ہسپتال چھوڑ آیا اور میں چولھا چوکا کرنے لگی۔ اُن دنوں چمن لال بڑا خوش دکھائی دیتا تھا۔ وہ بازار سے طرح طرح کے پھل اور مٹھائیاں لانے لگا اور مجھے ایک ریشمی جوڑا بھی لا کے دیا۔ ایک رات میں سوئی پڑی تھی کہ گھبرا کر اُٹھ بیٹھی۔ میری چارپائی کے بازو پر کوئی آدمی بیٹھا میرا ہاتھ سہلا رہا تھا۔ میں نے ڈر کے مارے گھگھیا کر آواز دی ''پتا جی! پتا جی!''

چپ کرو کانتا'' یہ آواز چمن لال کی تھی'' ڈرو نہیں میں آپ ہی ہوں''

میں نے لیمپ کی مدھم روشنی میں اُسے پہچان لیا اور کہا ''آپ یہاں کیا کر رہے ہیں؟''

وہ پَسر کے چارپائی پر بیٹھ گیا اور کہنے لگا ''تم جانتی ہو میں تمہارا پتا نہیں ہوں''

''ہاں! جانتی ہوں'' میں نے جواب دیا

وہ بولا'' یہ بھی جانتی ہو کہ میں نے تمہیں پالا پوسا ہے؟''

''ہاں'' میں نے کہا

وہ کہنے لگا ''میں نے تم پر ہزاروں روپے خرچ کیے ہیں تمہیں پالا ہے، پڑھایا ہے۔ اب کسی

اپنی جگہ تیرا ودواہ رچانے کا وچار کر رہا ہوں" پھر دلار سے کہا" اب تمہیں چاہیے کہ مجھے خوش کرو اور میری بات مانو" میں نے گھبرا کر کہا" کون سی بات ؟"

اُس نے جھک کر میرا منہ چوم لیا۔ مجھے اپنی سہیلیوں کی باتیں یاد آ گئیں اور میں جان گئی کہ وہ مجھ سے کیا چاہتا ہے۔ میں تڑپ کر اُٹھ بیٹھی اور اُس کے ہاتھوں سے نکل گئی۔ جانے مجھ میں اتنا کس بل کہاں سے آ گیا۔ اُس نے جھپٹ کر دبوچنا چاہا۔ میں نے آؤ دیکھا نہ تاؤ کپڑے دھونے کا ڈنڈا اُٹھا کر اُس کے بڑھے ہوئے ہاتھ پر دے مارا۔ وہ درد سے بلبلا اُٹھا۔ دوسرا ڈنڈا میں نے اُس کے سر پر جڑ دیا جس سے وہ لڑکھڑا کر زمین پر گر پڑا اور اُس کے سر سے لہو بہنے لگا۔ آپ نے دیکھا ہو گا سوکھا سہما لمبو سا آدمی ہے۔ میں اسے مارنے کے لئے آگے بڑھی تو وہ منت کرنے لگا

"بس! کانتا بس! اب نہ مارنا۔ میں چلا جاؤں گا"

وہ باہر نکل گیا تو میں نے اندر سے کنڈی لگا دی

میں نے اس کی پیٹھ ٹھونک کر کہا" شاباش! کانتا تم تو بڑی بلوان ہو ۱ اس دن بنٹھ پر تم نے مجھے بھی ڈرا دیا تھا اور جیونی کی بھی خوب دھنائی کی۔ آج پتہ چلا کہ تم نے چمن لال پر ہاتھ صاف کر رکھا ہے"

وہ مسکرا کے بولی" اُس سمے تو میں نربل ۲ تھی۔ پتہ نہیں کیسے اُس پر ہاتھ اُٹھا بیٹھی آپ میری باتوں سے اُکتا تو نہیں گئے ؟"

"نہیں نہیں!" میں نے کہا" میں پورے دھیان سے سُن رہا ہوں"

وہ دیر تک چپ چاپ بیٹھی رہی۔ پھر میرے چہرے پر نظریں گاڑ کر بولی

"کیا آپ پاپ کی پتری کو اپنی پریمیکا ۳ بنائے رکھیں گے ؟"

میں نے اُس کی دلداری کرتے ہوئے کہا" کانتا! تم پیار کی اولاد ہو اسی لئے اتنی سُندر اور پیار کرنے والی ہو۔ تمہاری باتیں سُن کر میرے دل میں تمہاری شوبھا ۴ بڑھ گئی ہے۔

"سچ ؟" اُس کا چہرہ خوشی سے دمک اُٹھا

میں نے کہا" اِس میں تمہارا کیا دوش ہے کہ تمہاری ماں کو ایک منش سے پیار تھا۔"

اُس نے اپنا سر میرے کاندھے پر ٹکا دیا اور پیار بھری آواز میں کہا" آپ کتنے اچھے ہیں

---

۱ طاقتور ۲ کمزور ۳ محبوبہ ۴ قدرومنزلت

مجھے آپ کے پریم کا بڑا مان ہے۔"

میں نے اُس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر کہا "ایک بات پوچھوں؟ آج تم نے یہ کہانی کیوں سنائی؟"

"تو کیا نہیں سنانی چاہیے تھی" اُس نے اتراہٹ سے کہا

"ضرور سُنانی چاہیے تھی" میں بولا "اس سے پہلے سنا دینی چاہیے تھی پر میں سوچ رہا تھا کہ آج تمہارا آپ بیتی سُنانے کا کوئی خاص کارن ہے۔"

وہ ہراساں ہو کر کہنے لگی "آپ کی سوچ ٹھیک ہی ہے۔ کارن یہ ہے کہ میں ڈرتی ہوں کہ چمن لال مجھے کسی بڈھے کھوسٹ سے بیاہ کر اُس رات کا بدلہ لے گا۔"

"تم ٹھیک ہی کہتی ہو' وہ پاجی ضرور تم سے بدلہ لے گا۔ کیا ایسی کوئی بات چل رہی ہے؟"

کانتا نے افسردگی کے لہجے میں کہا

"نہیں ابھی تو کوئی ایسی بات نہیں ہے یا مجھے اُس بات کا پتہ نہیں چل سکا پر ان دِنوں ماں مجھے عجیب سی نظروں سے دیکھنے لگی ہے۔ اُس کی نظروں میں چھتا ہے، دُکھ ہے جیسے گئو ماتا اپنی بچھیا کو دیکھ رہی ہو جسے مسلمان چھری چلانے کے لئے لے جا رہے ہوں۔ ہاں! ایک بات تو آپ سے پوچھنی یاد ہی نہیں رہتی۔ کیا آپ گئو کا ماس کھاتے ہیں؟ میں نے مسکرا کر کہا

"ہمارے گھر والے گئو کا ماس کھانا پسند نہیں کرتے۔"

"سچ؟"

"میری اماں سے پوچھ لینا"

یہ سن کر اس نے اپنا سر میرے سینے پر رکھ دیا اور کہا "اِس لئے آپ اتنے اچھے ہیں اور مجھ سے سچا پریم کرتے ہیں۔ میں اُس کی سادگی پر ہنس پڑا اور اُس کی کمر میں ہاتھ ڈال کر اُسے اپنی طرف کھینچا۔ اُس کا چہرہ پیار کی جوت سے کھل گیا تھا اور افسردگی کا رنگ چھٹ گیا تھا۔ کہنے لگی

"میری رام کہانی آپ کو کسی لگی"

میں نے اس کی پیٹھ پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا "تم نے اچھا کیا جو سب کچھ مجھے بتا دیا۔ اب کبھی چمن لال کوئی شرارت کرے تو مجھے بتانا میں آدمی بھیج کر اُس کی ٹھکائی کرا دوں گا"

وہ مسکرا کر کہنے لگی

"اب تو وہ ڈرتا ہوا مجھ سے آنکھ نہیں ملاتا۔ ہاں کنکھیوں سے مجھے دیکھتا رہتا ہے اور مجھے اُس

کی نظریں وش ابھری لگتی ہیں"
میں نے کہا "تم چنتا نہ کرو۔ میں کسی بڈھے کھوسٹ سے تمہارا بیاہ نہیں ہونے دوں گا اور ہاں! آج وہ جوڑا نہیں پہنو گی؟"
وہ ہنستی ہوئی اُٹھ کھڑی ہوئی اور الماری کھول کر چیزیں نکالنے لگی۔

---

(۸)

کانتا نے مجھ سے کہا تھا کہ آپ کو بدا کرنے آؤں گی۔ میرا ارادہ اگلی صبح کو لاہور چلے جانے کا تھا۔ میں گزشتہ شب کے نشہ وصال میں سرشار دیر تک سویا پڑا رہا۔ جاگا تو تڑکے کی پہلی گلابی کرنیں سامنے کی دیوار پر چہچا رہی تھیں۔ میں نے غسل کر کے ناشتہ کیا اور باغ کی سیر کا سوچ رہا تھا کہ سوما اپنی ننھی بہن کو اُنگلی سے لگائے ہوئے گلی میں سے گزری اور ایک کاغذ کھڑکی کے اندر پھینک کر چلی گئی۔ میں نے اُٹھا کر دیکھا تو لکھائی کانتا کی نہیں تھی سوما نے لکھا تھا کہ آج کانتا نہیں آسکے گی میں آؤں گی۔ میں چونک پڑا کہ کیا اسرار ہے کیا کانتا جانتی ہے کہ سوما رات کو اکیلی میرے پاس آرہی ہے۔ اسے چاہیے تھا کہ خود مجھے لکھتی اور کھل کر ساری بات بتلاتی۔ میں نے لاہور جانے کا ارادہ ترک کر دیا اور دل میں ٹھان لی کہ کانتا سے ملے بغیر نہیں جاؤں گا۔ میں سارا دن اپنے خیالات میں غلطاں و پیچاں کانٹوں پر لوٹتا رہا۔ خدا خدا کر کے دن گزرا اور رات آئی۔ میں اُمید و بیم کی کشمکش میں حیران پلنگ پر لیٹ گیا۔ مجھے طرح طرح کے اندیشے ستا رہے تھے کہ شاید خوشی کا دور ختم ہوا۔ غم کا مرحلہ آ گیا۔ میں سوچنے لگا کہ پھول تو ہنسی خوشی چنے تھے کانٹے سمیٹنے پر کیوں منہ بسورنے لگوں۔ کانتا کا پیار میرے روم روم میں سما گیا تھا۔ میری سانسوں میں رچ گیا تھا۔ میری زندگی کا حاصل بن چکا تھا۔ کانتا نے مجھے محبت کے خلوص اور احساس کی صداقت سے روشناس کرایا تھا۔ مجھ پر سچے پیار کی عظمت روشن کی تھی۔ مجھے پیار اور ہوس میں تمیز کرنے کی بصیرت عطا کی تھی۔ اچانک ڈیوڑھی کے دروازے پر کسی نے دستک دی میں نے دروازہ کھولا تو سوما دروازے سے ہٹ کر سامنے کی دیوار کے ساتھ لگ کر کھڑی ہوگئی۔ دُھندلکے میں اُس کے چہرے کی صباحت جھلک

۱؎ زہر، سنکھیا

رہی تھی۔ میں نے کہا۔

''سوما! اندر آجاؤ۔ میں تمہارے ہی انتظار میں بیٹھا تھا۔

وہ کانپتی ہوئی آواز میں بولی

''نہیں! میں اندر نہیں آؤں گی۔ یہیں کھڑے بات کروں گی۔''

میں نے کہا'' کانتا نے تمہیں منع کردیا ہے کہ اندر نہ جانا؟''

''نہیں! ایسی کوئی بات نہیں ہے۔۔۔ مجھے ڈر۔۔۔ لگتا ہے۔'' اُس نے سہم کر کہا

میں نے مسکرا کر کہا

''کیا میں اتنا ہی بھیانک آدمی ہوں؟''

''نہیں! نہیں!'' وہ جلدی سے بول اُٹھی ''بس میں ڈرتی ہوں۔۔۔ اچھا تو بات یہ ہے کہ

۔۔۔ میں نے اُس کی بات کاٹ کر کہا

''سوما! چنتا نہ کرو، اندر آجاؤ! گلی میں کھڑے ہو کر باتیں کرنا مجھے اچھا نہیں لگتا۔''

اُس نے سر اُٹھا کر مجھ سے آنکھیں چار کیں اور بولی

''آپ وچن دیں کہ مجھے کچھ نہیں کہیں گے۔''

میں نے مذاقاً کہا'' میں تم سے بہت کچھ کہوں گا، تم مجھ سے چپ رہنے کا وچن لینا چاہتی ہو''

اُس نے لجا کر کہا'' نہیں نہیں! آپ وچن دیں کہ مجھے ہاتھ تک نہیں لگائیں گے۔''

میں نے اُسے وچن دیا تو وہ ڈرتی ڈرتی اندر آگئی اور پلنگ کے پاس کھڑی ہوگئی۔ میں نے کُرسی پر بیٹھنے کو کہا تو اُس نے انکار کردیا۔ میں نے قدرے تلخی سے کہا۔

''تم نے اپنی بات منوالی ہے اب تمہیں میری بات ماننا ہوگی۔''

''کون سی بات'' وہ سہم کر منمنائی۔

''یہی کہ تم کُرسی پر بیٹھ جاؤ'' میں نے نرمی سے مسکرا کر کہا۔ وہ سمٹ سمٹا کر کرسی پر بیٹھ گئی تو میں نے کہا ''لو اب مسکراؤ''

وہ یوں مسکرائی جیسے میرا منہ چڑا رہی ہو۔ میں نے کہا

''اب بتاؤ سوما جی! تم کیا کہنا چاہتی ہو۔ کانتا بیمار تو نہیں پڑ گئی؟''

اُس نے سنبھل کر کہا'' نہیں! بھلی چنگی ہے۔ اُسی نے مجھے آپ کے پاس بھیجا ہے۔''

یہ کہتے ہوئے اُس کے چہرے کی تازگی بحال ہوگئی۔ میرے اندر خنّاس نے انگڑائی لی۔ یہ

تھا، بےتشویش! نہ دغدغہ نہ خرخشہ۔ یہ پُرشباب گدبدی سی لڑکی اور رات کی تنہائی اور سناٹا! لیکن مَیں نے سوچ کر اس ترغیب پر قابو پالیا کہ کانتا نے اُسے بھیج کر مجھ پر کس قدر روشواش کیا ہے۔ سوما میری جانب سے مطمئن ہوگئی تو بولی۔

''کانتا بڑی دکھی ہے۔''

میں نے بے چین ہوکر کہا ''سوما! بس ایک ہی سانس میں ساری بات کہہ ڈالو۔ ہم نے پہلے ہی بہت سمے گنوادیا ہے۔'' سوما کہنے لگی

کانتا کی ماں کے ٹرنک کی چابی کھوگئی تھی اُس نے گھر کا کونا کونا چھان مارا پر چابی نہ ملنی تھی نہ ملی۔ پڑچھتی [1] پر سے برتن اُتار کر دیکھے تو ایک ولٹوئی [2] میں آپ کے پریم پتر اور سونے کی انگوٹھی رکھی تھی۔ کانتا کی ماں نے کچھ پتر پڑھے اور کانتا کو رسوئی سے بلا کر کہا

''سچ سچ بتا یہ انگوٹھی کس ہے اور یہ پتر کس نے لکھے ہیں؟''

کانتا نے آپ کا نام لیا تو اُس کی ماں غصہ سے آگ بگولا ہوگئی اُس نے کانتا کو جھونٹے سے پکڑ کر اُس کے منہ پر زور سے چانٹے مارے اور کہا

''جنم جلی! کل موہی! انکرمی، رنڈی! تو اُس موئے گوُ کھانے مُسلے کا پاس کیوں گئی تھی۔''

کانتا نے نڈر ہوکر جواب دیا ''وہ گوُ نہیں کھاتے اور مجھ سے سچا پریم کرتے ہیں۔''

اُس کی ماں چیخ کر بولی

''رب کرے وہ مونڈی کاٹا مسٹنڈا مُسلا جوانی سے ٹوٹے۔ اُس نے کئیوں کو بے پت کیا ہے۔ کانتا نے ہاتھ جوڑ کر کہا ''ماتا جی! اُنھیں بُرا نہ کہو، سراپ [3] نہ دو۔ پاپن میں ہوں، مجھے مارو پیٹو جو چاہے کرو''

اِس پر اُس کی ماں نے اُسے دو چار دھولیں جمادیں اور اُس کے بال نوچنے لگی۔ کانتا چپکی کھڑی سب کچھ سہتی رہی اور بولی تو یہی کہا

''میں تو اُن کی جنم جنم کی داسی ہوں''

یہ سُن کر میں بے قرار ہوگیا اور سوما سے کہا ''بس! بس!''

غم اور غصے سے میرا بُرا حال ہو رہا تھا۔ کانتا کے دکھ اور چاہت کا حال سن کر میرے سینے پر

---

[1] چولہے کے نیچے لکڑی کی چھوٹی چھت جس پر برتن رکھے جاتے ہیں [2] پیتل کا برتن [3] بددُعا

سانپ لوٹ گیا اور آنسوؤں سے آنکھیں چھلک اُٹھیں میں نے بڑی مشکل سے اپنے سینے سے اُبھرتی ہوئی سسکیوں کو روکا جس سے میرا تن بدن لرز اٹھا اور میں کمرے میں ٹہلنے لگا۔ بے چاری کانتا! میں زیرِ لب بڑبڑا دیا اور پھر رومال سے آنسو پونچھنے لگا۔ کچھ دیر تک میں سوما کے وجود ہی کو بھول گیا۔ اچانک میں نے ہچکی کی آواز سنی۔ مڑ کر دیکھتا کیا ہوں کہ سوما دونوں ہاتھوں سے اپنا چہرہ چھپائے رو رہی ہے اور آنسو اُس کی اُنگلیوں میں باہر نکل آئے ہیں۔ یہ دیکھ کر مجھے اُس پر پیار آ گیا وہ ہمارے دکھ کو اپنا دُکھ سمجھ رہی تھی۔

میں بے تابانہ اُس کے سامنے جا کھڑا ہوا اور کہا

''سوما! تم کیوں روتی ہو؟ اپنے آنسو پونچھ ڈالو۔ میں نے تمہیں وچن نہ دیا ہوتا تو اپنے ہاتھ سے تمہارے آنسو پونچھتا۔ یہ لو رومال!''

اس نے چپ چاپ رومال سے اپنے آنسو پونچھے۔ اُس کی آنکھیں سرخ تھیں اور چہرے کا رنگ زرد تھا۔ میں دوبارہ پلنگ پر بیٹھ گیا اور کہا

''پھر کیا ہوا؟''

میرے سوال کا جواب دینے کے بجائے سوما کہنے لگی

''کانتا میری سب سے پیاری سہیلی ہے۔ ایک بار اُس نے مجھ پر بڑا دین[1] کیا تھا

''وہ کیا؟'' میں نے تجسس سے پوچھا

سوما کہنے لگی ''یہ نہیں بتلاؤں گی''

میں نے سنجیدگی سے کہا ''دیکھو سوما! تم ہمارا بھید جانتی ہو، تمہیں بھی ہم سے کچھ نہیں چھپانا چاہیے۔''

''میں نے کچھ نہیں چھپایا'' وہ کہنے لگی ''کانتا سب کچھ جانتی ہے۔ آپ سے کہتے ہوئے مجھے لاج آتی ہے۔''

میں نے اصرار کرتے ہوئے کہا ''سوما! ابھی ابھی جب تم کانتا کے اور میرے دکھ پر رو پڑی تھیں تو میرے دل میں تمہارے لئے بڑی چاہت پیدا ہو گئی ہے ہم ایک دوسرے کے بہت قریب آ گئے ہیں۔ اب تمہیں مجھ سے لاج نہیں آنی چاہیے''

سوما سر جھکا کر بولی ''کانتا نے ایک رات اپنے کو جوکھم میں ڈال کر مجھے اپنے متر سے ملایا تھا''

''وہ کیسے؟'' میں دلچسپی لیتے ہوئے کہا ''تمہارا متر کون ہے؟''

وہ تیکھی ہو کر کہنے لگی ''بس بس اس سے زیادہ کچھ نہیں بتاؤں گی۔ کانتا سے پوچھ لیں۔''

---

[1] احسان

کانتا کا نام آنے پر میرا غم پھر تازہ ہو گیا اور میں نے کہا

''کانتا پر کیا بیتی ؟''

سوما بولی ''مجھے جو کچھ کانتا نے بتایا تھا وہ میں نے آپ سے کہہ دیا ہے۔ کانتا نے میری بنتی[1] کی تھی کہ آج میں آپ سے ملوں، ساری بات بتلاوں اور کہوں کہ آج کی رات وہ نہیں آسکے گی۔ ہاں کل رات آئے گی خواہ کچھ بھی ہو جائے۔ کہتی تھی مجھ سے پتہ نہیں لکھا جائے گا تم چلی جاؤ''

میں نے حیران ہو کر کہا

''پر اب اُس کی ماں کیسے اُسے میرے پاس آنے دے گی؟''

''یہ تو میں بھی نہیں جانتی۔ کہتی تھی کل رات ضرور آؤں گی۔''

''تم اس کے ساتھ آؤ گی؟'' میں نے پوچھا

وہ کہنے لگی ''نہیں! کانتا کہتی ہے میں تجھے اپنی بپتا میں نہیں گھسیٹوں گی اور اپنے سجن سے ملنے کے لئے کوئی نہ کوئی راہ نکال لوں گی۔'' یہ کہتے ہوئے وہ اُٹھ کھڑی ہوئی اور بولی ''اب میں جاؤں گی۔''

میں نے کھڑے ہو کر کہا ''کانتا سے کہنا کہ چنتا نہ کرے میں کسی حال میں تمہارا ہاتھ نہیں چھوڑوں گا۔ اور ہاں! اُسے کہنا ہٹ نہ کرے اور کل رات کو نہ آئے اس سے بات بڑھ جائے گی۔ میں چند ہی روز میں واپس آجاؤں گا اور اُس سے ملنے کی کوئی تدبیر کرلوں گا۔

ہم باہر نکلے تو کالی ڈراونی رات سائیں سائیں کر رہی تھی۔ تاریک آسمان کے ایک چھوٹے ٹکڑے میں تارے چھپکے ہوئے تھے۔ سوما منع کرتی رہی لیکن میں اُس کے گھر کے دروازے تک اُس کے ساتھ گیا۔ اُس نے اپنے پلو سے چابی نکالی۔ باہر کا دروازہ کھولا۔ میرے پاؤں چھونے کے لئے جھکی اور اندر چلی گئی۔

---

(۹)

سارا دن پریشانی کے عالم میں کٹا۔ میں سوچتا رہا کہ وصال کی راتیں تو پلک جھپکتے میں گزر گئی تھیں، جدائی کی ایک ایک رات گلے کا ہار ہو جائے گی، مُسکراہٹوں کا تاوان آنسوؤں سے دینا پڑے گا۔

[1] منت

شاید پیار کا یہی مقدر ہے۔ آخر اِس دنیا میں پیار کیوں گریزپا ہے اور نفرت کیوں قائم و دائم ہے۔ لوگ پیار کے پھول نوچ کھسوٹ کر پھینک دیتے ہیں اور نفرت کے کانٹے گلدانوں میں سجاتے ہیں۔ وہ چاہنے والوں کو دیکھ کر جل جاتے ہیں اور اُن میں کھنڈت ڈالنے کے لئے بے چین ہو جاتے ہیں اور نفرت کرنے والوں کی پیٹھ ٹھونکتے ہیں۔ روشنی کو گل کر دیتے ہیں اور اندھیروں میں بھٹک کر خوش ہوتے ہیں۔ آخر یہ سیدھی سی بات کیوں اُن کے دلوں میں نہیں اُتر سکتی کہ پیار ہمیں خوشی دیتا ہے۔ اور نفرت دُکھ کا کارن ہے۔ میں دن بھر ان باتوں پر غور کرتا رہا۔ کانتا کے پیار نے میری سوچ کی صلاحتیں بیدار کر دی تھیں۔ اس سے پہلے تو مجھے ایسی باتیں کبھی نہیں سوجھی تھیں۔ میں رہ رہ کر اپنے آپ سے پوچھتا کہ کانتا آج رات کیسے میرے پاس آسکے گی۔ کیا وہ گھر سے بھاگ آئے گی اور آ کر مجھ سے کہے گی لو سجن! میں آ گئی ہوں اب تم جانو اور تمہارا کام جانے۔ میں کیا کہوں گا۔ کیا مجھ میں اتنی جرات ہے کہ میں اُسے ہاتھ سے پکڑ کر بٹھا لوں اور اپنے خاندان اور سماج کو للکار کر کہوں ”کانتا میری ہے اور میرے پاس ہی رہے گی۔“ میں سوچنے لگا شاید میں اتنا دلیر نہیں ہوں جتنا کہ اپنے آپ کو ظاہر کرتا ہوں کیا میں کانتا کو یہ کہہ کر لوٹا دوں گا کہ میں ایک ڈرپوک آدمی ہوں۔ میں تمہیں اپنا نہیں سکتا، میں گھر والوں سے ڈرتا ہوں، تمہیں اُن کے سامنے لے جا کر یہ نہیں کہہ سکتا کہ یہ ہے میری دلہن، میری زوجہ، میں تمہارے روپ کا، تمہارے جوبن کا شیدائی تھا۔ مجھ میں بلّی دینے کی ہمت نہیں ہے، یہ بات میرے بس کی نہیں ہے۔ جاؤ واپس چلی جاؤ۔“ پھر میرے اندرون کے نہاں خانوں سے اُبھر کر ایک آواز آئی۔

”تم ایسا نہیں کر سکتے“۔ یہ شیوہ جوانمردوں کا نہیں ہے۔ یہ ذلیل حرکت کر کے تم ہمیشہ کے لئے اپنی نظروں سے گر جاؤ گے اور کبھی بھی کوئی شریفانہ کارنامہ سرانجام نہیں دے سکو گے۔ تمہیں اُڑے وقت میں کانتا کا ساتھ دینا ہوگا۔ خاندانی وقار، ننگ و ناموس اور حسب نسب کے بتوں کو پاش پاش کرنا ہوگا۔ میں نے یہ آواز سنی تو خوشی سے میری آنکھیں نمناک ہوگئیں اور میں نے اپنے آپ سے کہا ”بے شک یہی سیدھا راستہ ہے۔“

رات کے نو بجے تھے کہ ڈیوڑھی کے دروازے پر دستک کی آواز آئی۔ ہیں! کانتا تو دس بجے سے پہلے کبھی نہیں آئی تھی۔ میں نے لپک کر دروازہ کھولا۔ میرے خدا! کانتا اور اُس کی ماں میرے سامنے کھڑی تھیں۔ اُس کی ماں چپ چاپ اندر آ گئی، اُس کے پیچھے پیچھے کانتا داخل ہوئی میں نے کرسیاں پیش کیں لیکن کانتا کی ماں دری پر بیٹھ گئی۔ کانتا بھی اُس سے ہٹ کر بیٹھ گئی۔

کانتا کی ماں ایک خوبرو، کشیدہ قامت، خوش اندام عورت تھی۔ اِس عمر میں بھی اس کا چہرہ

شاداب تھا اور آواز میں کھنک اور آنکھوں میں چمک تھی۔ وہ مجھے اچھی طرح جانتی تھی اور کبھی راستے میں آمنا سامنا ہونے پر مجھے پتر جی کہہ کر میرا حال پوچھا کرتی تھی اور ہمارے گھر بھی آیا کرتی تھی۔ کانتا اپنی بڑی بڑی حیران آنکھوں سے مجھے تکے جا رہی تھی۔ اُس کے بُشرے پر عزم اور حوصلے کی جھلک دکھائی دے رہی تھی۔ کانتا کی ماں نے بیٹھتے ہی میری آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہا ''میں تمہیں اُلاھنا دینے آئی ہوں''

اُس کی آواز میں دبے ہوئے غصے کی لرزش تھی۔

''میں جانتا ہوں میں نے اپنے آپ کو سنبھالنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔

وہ تیور بدل کر بولی ''مجھے کبھی سوتے میں بھی خیال نہیں آیا تھا کہ تم مجھے بے لج کرو گے۔ جب گلی کی لڑکیوں کا نام تمہارے نام کے ساتھ لیا جانے لگا تو بھی مجھے اِس بات کا کھٹکا نہیں تھا کہ تم کانتو کو میلی نظر سے دیکھو گے''

یہ کہہ کر وہ چپ ہوگئی۔ کچھ دیر کے بعد کہنے لگی

''لوگ دور دور سے چل کر تمہاری گدی پر آتے ہیں کیوں کہ تم لوگ کالا علم جانتے ہو اور اس کے بل پر لوگوں کی کھٹنائیاں [1] دور کرتے ہو۔ ٹھیک ہے ناں؟''

میں نے کہا'' یہ تمہاری بھول ہے۔ لوگ ہمارے پاس اس لئے نہیں آتے کہ ہمارے پاس کالا علم ہے بلکہ نیکی سیکھنے کے لئے آتے ہیں۔''

میں رواروی میں یہ بات کہہ تو گیا لیکن احساس جرم نے مجھے خفیف کر دیا۔ کانتا کی ماں کڑوی سی ہنس کر بولی۔ ''تم لوگوں کو نیکی سکھاتے ہو؟''

''میں نہیں۔۔۔ گدی والے۔۔۔ سکھاتے ہیں'' یہ کہتے ہوئے میری زبان ہکلا گئی۔ وہ تیوری چڑھا کر کہنے لگی

''میں گدی والے کو بھی جانتی ہوں اور برسوں سے دیکھ رہی ہیں کہ تم لوگوں نے مکر کی لیلا رچا رکھی ہے۔ تم بھولے بھالے لوگوں سے دھن ماٹھتے [2] ہو اور سیدھی سادی ناریوں کی عزتیں لوٹتے ہو۔''

اِس کھترانی نے مجھے سخت شرمندہ کر دیا اور میں اُس کی بات کا کوئی جواب نہ دے سکا۔ وہ سچ ہی تو کہہ رہی تھی۔ اُس نے غصے سے تپتی ہوئی آنکھوں سے مجھے گھورا اور بولی

''تم میری پتری کو بھی نیکی سکھا رہے ہو؟''

---

[1] مشکلات [2] ٹھگنا

میں نے سنبھلنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا

''نہیں! میں اُس سے نیکی سیکھ رہا ہوں۔''

کھترانی حیرت سے کہنے لگی ''وہ کیوں کر؟''

کانتا ٹکٹکی باندھے مجھے دیکھ رہی تھی۔ اُس کی آنکھوں میں مسکراہٹ اور آنسو غلط ملط ہو گئے تھے۔

میں نے کہا ''وہ یوں کہ کانتا نے مجھے دکھا دیا ہے کہ سچا پریم کیا ہوتا ہے۔ اس سے پہلے جیسا کہ تم جانتی ہو میرا جیون ایک پاپی کا تھا۔ جب سے کانتا سے پیار ہوا ہے میں بہت کچھ بدل گیا ہوں اور بھولے سے بھی کسی لڑکی کی طرف آنکھ اُٹھا کر نہیں دیکھتا۔''

کانتا کی پیار میں پگھلتی ہوئی نگاہیں میرے چہرے پر گڑی تھیں۔ اُس کی ماں چمک کر بولی ''کانتو نے تمہیں نیک نہیں بنایا تم نے اُسے پاپ کی ڈگر پر ڈال دیا ہے۔ میری بھولی بھالی کنواری پتری پر ڈورے ڈال کر۔ اُس سے جھوٹ موٹ کا پیار جتا کر تم نے اُس کا دل موہ لیا ہے، اُسے بے پت کیا ہے۔ وہ تمہارے بھروں میں آ گئی۔ ایسی باتوں سے تم انجان لڑکیوں کو بہلا پھسلا سکتے ہو۔ مجھے دھوکا نہیں دے سکتے۔ یہ باتیں چھوڑو۔ میں یہ پوچھنے آئی ہوں کہ تم نے کانتو کو جو تویت[1] گھول کر پلا دیا ہے اُس کا توڑ کیا ہے؟''

میں نے کہا ''کانتا تمہارے سامنے بیٹھی ہے اسی سے پوچھ لو میں نے آج تک اسے کچھ نہیں پلایا۔''

''کچھ پلایا نہیں تو مٹھائی پر کلام ڈال کر اُسے کھلا دی ہوگی'' کانتا کی ماں نے کہا ''کیا تم نے اسے کبھی کچھ نہیں کھلایا؟'' میں نے کھسیانے ہو کر کہا

''مٹھائی تو دو ایک بار اُس نے کھائی تھی''

کھترانی غصے سے لال پیلی ہو گئی اور بھویں تان کر کہنے لگی

''بس اُسی مٹھائی پر تم نے کلام ڈال دیا ہوگا۔''

میں نے بھیگی بلی کی طرح مسکین بن کر کہا ''میں سچ کہتا ہوں کہ میں نے کوئی کلام نہیں ڈالا نہ میں ان باتوں کو مانتا ہوں۔''

وہ دھڑلے سے بولی ''تم کیسے نہیں مانتے تمہارے گھر والے سبھی یہی دھندا کرتے ہیں۔ تویت لکھتے ہیں اور کلام ڈالتے ہیں''۔ ''ڈالتے ہوں گے'' میں نے سنبھل کر کہا'' پر میں نے کبھی ایسا نہیں کیا۔ تم

---

1. تعویذ

کہتی ہو کہ میں نے کانتا کو تعویز گھول کر پلا دیا ہے؟"

وہ کہنے لگی "کانتو میرے سامنے ڈھٹائی سے کہتی ہے کہ میں جیون بھر اپنے متر کے نام کی مالا جپتی رہوں گی، اُس کی داسی بن کے رہوں گی۔ آج اُس نے سینہ تان کر مجھ سے کہا کہ میں لوک لاج کے بندھن اور مریادا کی ریتیوں کو توڑ کر اپنے متر سے ملنے جاؤں گی اور اپنے من کی موج کروں گی۔ مجھے روک کر تو دیکھو۔ اِسی لئے مجھے اُس کے ساتھ یہاں آنا پڑا ہے، روک دوا سے یہاں آنے سے نہیں تو کل اُس تمہاری اماں کے پاس جاؤں گی اور تمہاری پول کھولنے کے لئے محلے کی بڑی بوڑھیوں کو بھی اپنے ساتھ لے جاؤں گی۔"

یہ میری دکھتی ہوئی رگ تھی اور عورت دکھتی ہوئی رگ پکڑنے میں کبھی نہیں چوکتی۔ ایک لمحے کے لئے تو میں حیران و ششدر رہ گیا اور اپنے آپ سے کہا "یہ وفد اماں کے پاس گیا اور تو مارا گیا۔" میں نے بڑی مشکل سے اپنی بے چینی پر قابو پایا اس نے کہا "بڑا کلام نہ ڈالا گیا ہوتا تو وہ اپنی آنکھوں پر ٹھیکری رکھ کر میرے سامنے یہ نہ کہتی"

"ماسی! میں تو کل صبح سویرے یہاں سے چلا جاؤں گا۔ تمہیں آج ہی اماں کے پاس جانا چاہیے تھا۔ ایک بات اور! کیا تمہاری پتری کا میرے پاس جو جی جان سے اُسے چاہتا ہے آنا مہا پاپ ہے اور میرے بدشکل پتی کا اُس پر ہاتھ ڈالنا مہا پن ہے؟"

یہ سن کر جیسے کھترانی پر سکتہ پڑ گیا۔ وہ دیر تک چپ چاپ بیٹھی خلا میں گھورتی رہی، پھر اپنی بیٹی کو مخاطب کر کے کہنے لگی

"کیا یہ سچ ہے کانتو؟"

کانتا جھٹ بولی "ہاں ماں! میں نے ڈنڈا مار کر اُس کا سر جو پھوڑ دیا تھا۔"

"اچھا! اچھا! وہ جو کہتا تھا کہ سیڑھیوں پر سے گر کر چوٹ آئی ہے۔"

"ہاں"

کانتا کی ماں کے چہرے پر کبھی زردی کھنڈ جاتی اور کبھی لالی آجاتی۔ مجھے اس عورت پر رحم آنے لگا۔ اُسے اس حالت میں دیکھ کر میرا جی بھاری ہو گیا اُس نے کیسے کیسے دُکھ جھیلے تھے اُسے پیار کی کتنی کڑی سزا ملی تھی؟"

کانتا کے چہرے کا رنگ پل پل میں بدل رہا تھا۔ آخر اس کی ماں نے کہا

ڈاکٹر سلیم ثواب

میرا یہاں آنا سپھل نہیں ہوگا۔ اب کوئی بات کہنے کی نہیں رہی۔ بھگوان جو دکھائے گا دیکھوں گی۔''
یہ کہہ کر وہ گھٹنوں پر ہاتھ رکھ کر اُٹھ کھڑی ہوئی تو میں نے کہا

''ماسی! ایک بات سنتی جاؤ۔ مجھے ڈر ہے کہ تمہارا پاجی لنگور کی شکل کا پتی۔۔ اِس پر کانتا کی آنکھوں میں مسکراہٹ کھلنے لگی۔ کانتا سے بدلہ لے گا اور وہ یوں کہ اسے اپنے ہی جیسے کسی بڈھے کے پلے باندھ دے گا۔ اگر ایسا ہوا تو اچھی طرح کان کھول کر سُن لو میں تمہارے کراڑ متر کی طرح ایک طرف کھڑا تماشا نہیں دیکھتا رہوں گا اور کانتا کے آڑے آؤں گا۔''

میں کانتا کی ماں سے کبھی کا جھلا رہا تھا۔ اب ضبط کا دامن میرے ہاتھ سے چھوٹ گیا اور میں نے اُس سے آنکھیں چار کر کے کہا،

''جب تم نے کنوار پنے میں ایک کراڑ مُنڈو سے پیار کیا تھا تو تم پر کس نے کلام ڈالا تھا یا تعویذ گھول کر پلایا تھا؟''

یہ سن کر کھترانی نے چوٹ کھائی ہوئی ناگن کی طرح پھَن اُٹھا کر اپنی بیٹی کی طرف دیکھا اور غصے سے پھنکارتے ہوئے بولی،

''تو اس سے یہ باتیں کرتی رہی ہے''!

کانتا نظریں جھکا کر کہنے لگی۔ ''ہاں ماتا! میں نے انہیں تمہاری بپتا سنائی تھی''

اُس کی ماں کچھ دیر تک غیظ و غضب کے عالم میں بیٹھی چوٹ کھائی ہوئی ناگن کی طرح دائیں بائیں جھولتی رہی۔ میں مستعد تھا کہ جو ہاتھ کانتا پر اُٹھا اُسے جھپٹ کر پکڑ لوں گا لیکن میری حیرانی کی کوئی حد نہ رہی جب میں نے دیکھا کہ کانتا کی ماں اپنی آنکھوں پر پلو رکھ کر آنسو بہانے لگی اور سسکیاں بھرنے لگی۔ کانتا نے اپنی ماں کے پاؤں پکڑ لئے اور رو کر کہا،

''ماتا! مجھ سے بھول ہوئی، شما [1] کرو، میں تمہارے پاؤں پڑتی ہوں۔''

کانتا کی ماں کچھ دیر تک خاموش بیٹھی اپنے سامنے دیکھتی رہی پھر مجھ پر نظر گاڑ کر بولی،

''کچھ بھی ہو میں نہیں چاہتی کہ میری پُتری ویشیا [2] بن جائے ایک مسلے کی رکھیل [3] بن کر رہے۔ تم سیدھے سبھاؤ اس کا پنڈا چھوڑ دو اور اسے ابھی میرے سامنے اپنے پاس آنے سے روک دو۔

ماں نے اُس کے ہاتھ جھٹک دیئے اور اپنے آنسو پونچھتی رہی، پھر بیٹی سے مخاطب ہو کر بولی،

''کانتو! تو نردوش [4] ہے۔ تو میرے ہی کرموں کا پھل بھوگ رہی ہے۔''

---

[1] معاف [2] طوائف [3] گھر ڈالی ہوئی عورت [4] بے قصور

یہ سن کر کانتا اپنی ماں سے لپٹ گئی اور دونوں چپکے چپکے آنسو بہانے لگیں۔ میں اس منظر کے لئے تیار
نہیں تھا۔ اپنی جگہ بت بنا بیٹھا رہا اور رومال سے اپنے آنسو پونچھتا رہا۔ آخر کڑا سکوت توڑنے کے لئے میں نے کہا،
"مجھے افسوس ہے کہ میں نے تمہارا دل دُکھایا ہے۔ تم جانتی ہو پریم کیا ہوتا ہے اور چاہنے
والے کیسے ایک دوسرے پر جان چھڑکتے ہیں، کس طرح ایک دوسرے کو دیکھ دیکھ کر جیتے ہیں۔ ماسی! میں
تمہاری پُتری سے سچا پریم کرتا ہوں جس میں کچھ بھی کھوٹ کپٹ [1] نہیں ہے۔"
کھترانی کو پھر تاؤ آ گیا۔ اُس نے غُصے سے سلگتی ہوئی نگاہ سے مجھے سر سے پاؤں تک دیکھا
اور دانت کٹکٹا کر بولی،
"موئے مسلے گؤ کھانے کیا جانیں پریم کیا ہوتا ہے"
یہ سن کر مجھے غصہ آ گیا اور میں نے الفاظ چبا چبا کر کہا،
"تو کیا تمہارا اکراڑ سجن تم سے سچا پریم کرتا تھا؟ وہ بھونرے کی طرح تمہاری جوانی اور تمہارے
روپ کا رس پی کر اُڑ گیا اور تمہاری خبر تک نہ لی۔ میں اُس کی جگہ ہوتا تو قسم ہے مجھے پالنے والے کی
تمہارے جیون کو یوں اُجڑتے ہوئے نہ دیکھ سکتا۔ تم اسے پیار کہتی ہو جو ہمارے بس کی بات نہیں"؟
کانتا کی ماں دروازوں کی طرف دیکھ کر کہنے لگی
"ہائے ربا! مجھ کرموں جلی نے ابھی جانے کیا کچھ دیکھنا ہے، کیا کیا بھگتان بھگتنی ہے؟" پھر
اسے اچانک کوئی بات یاد آ جاتی ہے وہ ٹھٹکی اور اپنے پلو سے میرے والی انگوٹھی نکال کر بولی
"یہ لو اپنی انگوٹھی۔" میں نے لاپرواہی سے کہا "یہ انگوٹھی کانتا کی ہے اور اُس کے پاس رہے گی۔"
کھترانی کو پھر جلال آ گیا۔ اُس نے مجھے گھور کر دیکھا اور انگوٹھی میز پر رکھتے ہوئے کہا
"میں اسے اپنے گھر میں نہیں رہنے دوں گی۔" میں طنز کے بغیر نہ رہ سکا۔۔۔
"اپنے پیار کی نشانی کو تو تم نے سنیت سنیت کر رکھا تھا۔" وہ حقارت کی نظر سے میری طرف دیکھ کر بولی
"تم بار بار میرے پاپ کے مہنے [2] مجھے دے رہے ہو۔ یہ نہیں سوچتے کہ ایک پتری کو اُس
کی ماتا سے چھین کر تم نے کتنا اپرادھ [3] کیا ہے۔"
مجھے اس بات کا کوئی جواب نہ سوجھا۔ میں نے چپکے سے انگوٹھی میز پر سے اُٹھالی۔ کانتا کی ماں
بڑبڑاتی ہوئی باہر نکلی تو کانتا اُس کے پیچھے پیچھے چلی۔ میں نے ہاتھ بڑھا کر انگوٹھی اُس کے ہاتھ میں تھمادی
اور وہ دونوں رات کے اندھیرے میں غائب ہو گئیں۔

---
[1] ملاوٹ دھوکا [2] طعنے [3] ظلم

(۱۰)

اب کے لاہور جانے سے پہلے میں اپنے پتے کے دو لفافے کانتا کو دے آیا تھا کہ ان میں پتر ڈال کر ڈاک میں بھجوا دینا۔ میں لاہور پہنچا تو میرے ساتھی بدستور اپنے مشاغل میں غرق تھے۔ میرا جی گاؤں ہی میں اٹکا ہوا تھا۔ اور مجھے تشویش کھائے جا رہی تھی کہ چمن لال کانتا پر کوئی نہ کوئی آفت ضرور لائے گا۔ کانتا نے مجھے بتلایا تھا کہ وہ اپنے بیٹے کو لے کر نوکری پر چلا گیا ہے اور اس کی ماں سے کہہ گیا ہے کہ میں پرائی بیٹی پر اپنا دھن نہیں لٹاؤں گا۔ اور اس کے لیے ایسا بر ڈھونڈوں گا جسے کچھ زیادہ دہیج[1] نہ دینا پڑے میں نہیں چاہتا تھا کہ کانتا کو کسی بڈھے کے سر منڈھ دیا جائے۔ کانتا کے ساتھ گزاری ہوئی راتیں یاد آتی تھیں اور اُسے اپنی باہوں میں لینے کی تانگھ مجھے بے حال کر دیتی تھی۔ کبھی کبھار میری آنکھ کُھل جاتی تو اپنے تکیئے کو کانتا سمجھ کر اُسے اپنے سینے سے لگا لیتا اور اُس سے باتیں کیا کرتا۔

ایک دن مجھے گاؤں سے اپنے پتے کا لفافہ ملا جس میں کانتا کے ہاتھ کا لکھا ہوا پریم پتر تھا۔ میں نے پتر کو اپنی آنکھوں سے لگایا۔ چوما اور پڑھا۔ کانتا نے لکھا تھا کہ آپ کی سوچ ٹھیک ہی تھی۔ چمن لال چھٹی پر آیا تو ماں سے کہنے لگا کہ میں نے کانتا کے لئے بر ڈھونڈ نکالا ہے۔ وہ کوئی ادھیڑ عمر کا رنڈوا ہے جس کی پہلی پتنی سے دس بارہ برس کا ایک بیٹا بھی ہے۔ ماں نے میرے کہنے پر صاف انکار کر دیا۔ دن رات جھگڑا ہوتا رہا۔ چمن لال نے کہا کہ اگر وہ اُس کی بات نہیں مانیں گی تو وہ خرچہ دینا بند کر دے گا۔ ماں نے کہا میرے پاس میکے کا گہنا پاتا بہت کچھ ہے، میں اُسے بیچ کر وقت کاٹ لوں گی اور اسی سے کانتا کو بیاہ بھی لوں گی۔ وہ بولا تم دونوں میرے گھر سے نکل جاؤ اور چاہتا تھا کہ ماں کو دھکے دے کر باہر نکالے کہ میں بیچ میں آ گئی اور وہ بکتا جھکتا چلا گیا۔ اُس نے لکھا تھا کہ اب ماں آپ کا نام اچھی طرح سے لیتی ہے۔ اور مجھ سے پوچھتی رہتی ہے کہ کیا وہ مسلا سچ مچ تم سے پریم کرتا ہے۔ میں کہتی ہوں کہ وہ مجھ سے جی جان سے پیار کرتے ہیں تو وہ اُداس ہو جاتی ہے اور کہتی ہے پر وہ مسلا گئو کھاتا ہے۔ میں اسے یاد دلاتی ہوں کہ آپ اور آپ کے گھر والے گئو کا ماس نہیں کھاتے تو وہ بگڑ کر کہتی ہے کہ ہے تو وہ مسلا ہی۔ ایک دن میں نے کہا کیا مسلمان آدمی نہیں ہوتے تو وہ بولی "چھی چھی! وہ پشو ہیں ملیچھ ہیں۔ میں نے کہا ماں! وہ تو ہم سے اُجلے کپڑے پہنتے ہیں۔ اچھے کھانے کھاتے ہیں تو اس نے ناک بھوں چڑھائی اور چپ سادھ لی۔ اب ماں مجھ پر سختی نہیں کرتی۔ ایک رات میں اُس کا بدن داب رہی تھی تو اُس نے کہا

[1] جہیز

''کانتو! کچھ بھی ہو اس مُسلے سے تیرا وواہ تو نہیں ہو سکتا''

میں نے کہا ''میں وواہ کروں گی ہی نہیں۔''

وہ بولی ''اری کملی! اُس کا وواہ ہو گیا تو پھر تو کیا کرے گی؟''

میں نے کہا ''میں بیراگن بن کر کاشی چلی جاؤں گی''

اس پر وہ رونے لگی اور کہا ''وہاں کے مہنت بڑے پاپی ہیں۔ جوان ناریوں کو خراب کرتے رہتے ہیں۔''

میں نے کہا ''پھر تم کیسے کہتی ہو کہ ہم مسلمانوں سے اچھے ہیں۔'' تو وہ چڑ گئی اور کہنے لگی ''کچھ بھی ہو ہم مسلوں سے تو اچھے ہیں ہی''

پھر لکھا تھا کہ میں آپ کے لئے بہت اُداس ہوں۔ ہر روز کاگ اڑاتی ہوں، اب کے آپ آئیں گے تو میں آپ کو کھیر کھلاؤں گی۔ سوما پیری پاؤناں کہتی ہے اور آپ کو بہت یاد کرتی ہے۔ کہتی ہے تیرا متر تو مہاتما ہے۔ میں اندھیری رات کو اکیلی اس کے پاس گئی اور اُس نے مجھے ہاتھ تک نہیں لگایا۔ کانتا! تو بڑی بھاگوان ہے ایسا سجن کسی کسی کو ملتا ہے۔ بڑا لمبا چوڑا خط تھا اور بہت خوبصورت لکھا ہوا تھا۔ پندرہ روز کے بعد مجھے دوسرا خط ملا۔ اس میں لکھا تھا کہ کانتا کی ماں نے اس کے لئے بر ڈھونڈ نکالا ہے۔ وہ کہتی ہے کہ لڑکا ماں باپ کا اکلوتا ہے، صورت شکل، رنگ روپ کا اچھا ہے، کچہری میں نوکر ہے، اُس کا گھرانا کھاتا پیتا ہے۔ ایک رات ماں نے اُس کا ذکر چھیڑا تو میں نے انکار کر دیا اور کہا

''ماں! تو مجھے اپنے گھر سے نکالنے پر کیوں تُل گئی ہے۔ کیا میں تجھ پر بوجھ بن گئی ہوں؟ اُس نے کہا ''بیٹی! لڑکی کا اصل ٹھکانا سسرال ہی ہوتا ہے۔ میکا تو چڑیوں کا رین بسیرا ہے۔ تیرے وواہ کا یہی سمے ہے۔ لڑکی کی عمر زیادہ ہو جائے تو لوگ نام دھرتے ہیں اور کوئی بات نہیں پوچھتا۔ میں چاہتی ہوں کہ تیرے ہاتھ پیلے کر دوں اور تجھے سہاگ راج کرتے دیکھ کر مروں'' میں نے کہا ''میں اپنے متر کے ہوتے ہوئے کسی دوسرے سے وواہ کرلوں''

ماں کہنے لگی ''تو نے اُس کے ساتھ پھیرے تو نہیں لئے ناں''

میں نے کہا ''پھیروں کا کیا ہوتا ہے، اب آئے گا تو لے لوں گی''

اِس پر وہ پاگلوں کی طرح ہنسنے لگی اور ٹھٹھا کرنے لگی۔ میں نے کہا

''وواہ تو دلوں کے مل جانے کا نام ہے۔ پھیروں میں کیا رکھا ہے۔ ہمیں ایک دوسرے سے پریم ہے۔ بس یہی وواہ ہے۔''

اس پر ماں نے منہ پھلالیا اور بولی

''تو اُس مُسلے کے پاس جا کر اور اُس کے ہاتھ سے چیزیں کھا کر ایسی باتیں کرنے لگی ہے۔

جو ہمارے دھرم کے خلاف ہیں۔ اس بات کا مجھے ڈر تھا۔ میں نے پوچھا

''تم نے چمن لال کے ساتھ پھیرے لئے تھے کہ نہیں؟''

وہ بولی ''پھیرے تو میں نے لئے تھے۔''

میں نے کہا ''کیا تم اُس سے پیار کرتی ہو اور اُسے اپنا پتی دیو مانتی ہو؟''

یہ سن کر وہ تھوڑی دیر کے لیے چپ ہو رہی، پھر بولی

''ایسے منش سے کوئی بھی ناری کیسے پیار کر سکتی ہے؟''

میں نے کہا ''تو لانووں[1] پھیروں[2] کا لابھ کیا ہوا؟''

اِس پر وہ جھنجھلا گئی اور کہنے لگی

''کیا وہ مُسلا تجھ سے ووِاہ کرے گا؟''

میں نے کہا ''یہ بات تو میں نے کبھی اُن سے نہیں پوچھی''

وہ کہنے لگی ''میری یہ بات پلے باندھ لو۔ اُس کے گھر والے اس ووِاہ پر کبھی راضی نہیں ہوں گے۔ اچھا یہ بتاؤ کہ اگر وہ تجھ سے کہے کہ تم مسلمان ہو جاؤ تو میں تجھ سے ووِاہ کرلوں گا تو تم کیا کہو گی''

میں نے کہا ''میں مسلمان ہو جاؤں گی اور اپنے سجن کے لئے سب کچھ تج دوں گی''

اِس پر اُس کے تن بدن میں آگ لگ گئی،، مجھے تو کچھ نہیں کہا۔ لگی اپنے بال نوچنے کھسوٹنے۔ اپنے منہ پر تمانچے مارنے اور اپنے گالوں میں بکٹے بھرنے۔ میں نے اُس کے ہاتھ پکڑ لئے تو وہ رونے لگی اور بولی ''تو اِس جگہ سگائی نہیں کرائے گی تو میں زہر کھالوں گی۔'' اس پر میں بھبک اُٹھی اور کہا

''ماں! تو اِس جگہ میری سگائی کرائے گی تو میں اپنے کپڑوں پر تیل چھڑک کر خود کو آگ لگا لوں گی اور تیری آنکھوں کے سامنے جل مروں گی'' اِس پر وہ چیخ کر بولی

''ہٹ جاؤ! میرے سامنے سے دور ہو جاؤ! میری جان نہ کھپاؤ! میرا کلیجہ نہ پکاؤ۔''

دوسرے دن میں نے سوما کو یہ باتیں بتلائیں تو اُس نے کہا اپنے سجن کو پتر میں ساری بات

---

[1] دلہا کی چادر اور دلہن کے دوپٹے کو گانٹھ دے کر سات دفعہ دلہن کے سر پر رکھا جاتا ہے اور ساتھ گیت گائے جاتے ہیں۔

[2] آگ کے گرد دلہا دلہن کے سات چکر

ہو اور دیکھو ماں سے الجھا نہ کرو۔ وہ بے چاری پہلے ہی بہت دکھی ہے میں سوما کے کہنے پر یہ پتر بھیج رہی ہوں آپ جلدی سے آجائیں۔ میں آپ کے لئے بہت ہی اُداس ہوں۔ آپ کی راہ دیکھتے دیکھتے میری آنکھیں پتھرا گئی ہیں۔ پچھلے شکر دار گلی کی لڑکیاں ترنجن میں بیٹھیں آدھی رات ہو گئی کہ میری پڑوسن اوشا نے اپنی سریلی آواز میں لہک لہک کر گانا شروع کیا۔

پریم کا پنچھی پنکھ پسارے　　　برہا کا بان چلے

یہ سن کر میں تڑپ اُٹھی جیسے برہا کا بان میرے سینے میں اُتر گیا ہو سیدھی گھر گئی اور اوندھے منہ کھاٹ پر لیٹ گئی۔ آنسوؤں کی دھارا تھمنے میں نہیں آتی تھی اور سسکیوں سے میرا شریر تھر تھر کانپ رہا تھا۔ اتنے میں کسی نے میرے پاس لیٹ کر مجھے اپنے ساتھ لپٹا لیا۔ میں گھپ اندھیرے میں بھی جان گئی کہ یہ سوما ہے۔ وہ بولی "دھیرج ا سے کام لو تمہارا سجن انھی دنوں میں آنے والا ہے۔ ایسے میں رونا اچھا شگن نہیں ہوتا"

ہم دیر تک باتیں کرتی رہیں اور پھر جانے کب ایک دوسری کی باہوں میں جکڑی ہوئی سو گئیں۔ میرے پاس دو ہی لفافے تھے۔ اب پتر نہیں بھیج سکوں گی۔ سوما کہتی ہے اب کے میں اپنے ہاتھ سے کھیر پکا کر آپ کو کھلاؤں گی۔ آپ کیا جانیں سوما کتنی مزے دار کھیر پکاتی ہے۔ آپ کھائیں گے تو انگلیاں چاٹتے رہ جائیں گے۔ وہ کہتی ہے میرے لئے ایک ساری لانا میں پیسے دے دوں گی۔

کانتا کا خط پڑھ کر میرا جی اُسے دیکھنے کے لئے ترسنے لگا گھر جانے کا کوئی حیلہ بہانہ ہاتھ نہ آتا تھا۔ آخر میرے پرانے دوست آسمان نے پھر یاوری کی۔ مجھے گھر سے خط ملا کہ تمہارے بھانجے کی رسم ختنہ اگلی اتوار کو ادا کی جائے گی تم آجاؤ اور کچھ چیزوں کی فہرست بھیج رہے ہیں وہ بھی لیتے آنا۔ خط پڑھ کر میں نے خوشی سے قہقہہ لگایا اور لگاتا ہی چلا گیا۔ یہ دیکھ کر میرے ساتھی گھبرا گئے۔ ایک نے کہا "ارے تیرا دماغ تو کہیں چل گیا" "بات کیا ہے؟"

میں نے ختنے کا ذکر کیا تو وہ ہنستے ہنستے لوٹ پوٹ ہو گئے۔ ایک بولا "تم تو منجھے ہوئے سودائی ہو۔ ہمیں پاگل خانے بھجوا کر دم لو گے۔" اگلے چند روز خریداری میں گزرے گھر سے معقول رقم مل گئی تھی۔ میں نے کانتا کے لئے سونے کی چوڑیاں اور موتی چور لڈو اور سوما کے لئے ساری خریدی اور رات کی گاڑی پر سوار ہو گیا۔ اگلے دن میں گاؤں پہنچا، ڈھکی پر چڑھ کر گلی میں آیا تو دیکھا کہ کانتا اور سوما میرے سواگت کے لئے اپنے چوبارے کی کھڑکی میں کھڑی تھیں۔ مجھے دیکھ کر کانتا مسکرائی اور خوشی سے لڑکھڑا گئی تو سوما نے اسے سہارا دیا۔ سوما بھی بے تکلفی سے مسکرا رہی تھی۔

---

(۱۱)

کانتا نے جیونی کی زبانی کہلا بھیجا کہ آج رات کو آؤں گی۔ مجھے شوق ملاقات اس شدت کا تھا کہ میں کسی شے کو پکڑنے لگتا تو میرے ہاتھ کانپنے لگتے۔ میں نے الماری میں ساری چیزیں احتیاط سے چن دیں۔ دس بجے کے قریب گلی میں آہٹ ہوئی۔ میں نے لپک کر دروازہ کھولا اور چاہتا تھا کہ کانتا کو اپنی بانہوں میں سمیٹ لوں کہ اُس نے مجھے پیچھے ہٹ کر کہا ''ہائے! میرے ہاتھ میں کھیر کا تھال ہے۔''

میں نے ایک ہاتھ میں تھال لیا اور دوسرے سے اسے سینے سے لگالیا۔ اُس نے لجا کر کہا

''سوما بھی میرے ساتھ آئی ہے۔''

یہ کہہ کر وہ گلی میں گئی اور سوما کو ہاتھ سے پکڑ کر اندر لے آئی۔ سوما نے بھی ایک تھال اُٹھا رکھا تھا۔

میں نے پوچھا ''اس میں کیا ہے؟''

وہ بولی ''کھانڈ کے کھلونے'' پھر تھال میز پر رکھ کر کہا

''میں جاؤں گی۔ دو میں تیسرا آنکھوں میں ٹھیکرا''

میں نے کہا ''سوما! آؤ بیٹھو۔ تم کوئی اوپری [1] ہو۔''

وہ کرسیوں پر بیٹھ گئیں اور میں پلنگ پر نیم دراز ہوگیا۔ میں نے کہا

''کانتا! تمہاری ماں کو میرے آنے کی خبر ہے؟''

''نہیں تو'' وہ مسکرا کے بولی

''اُسے خبر ہوتی تو میرے لئے یہاں آنا مشکل ہو جاتا۔ ہمیں جیونی کی زبانی پتہ چل گیا تھا کہ آپ آج آرہے ہیں۔ ہم دونوں آپ کی راہ تک رہی تھیں اور آپ کے لئے کھیر پکا رہی تھیں۔ ہم نے اس میں اتنا دودھ کھپایا، اتنا دودھ کھپایا ہے کہ بس۔۔۔۔ کھویا ہی بنا دیا ہے۔ ہم نے ناریل پیس کر ملایا ہے۔ آپ کے ہاں ناریل کتر کر ڈالتے ہیں۔ ہے ناں؟

[1] بیگانہ

''ہاں'' میں نے یونہی کہہ دیا۔ کانتا کی زبان قینچی کی طرح چل رہی تھی۔ ''بس! اِسی لئے ہماری کھیر زیادہ مزے دار ہوتی ہے۔ ہم دودھ زیادہ ڈالتے ہیں اور دھیمی آنچ پر پکاتے ہیں جس سے کھوئے کا سواد[1] بن جاتا ہے۔''

میں اُس کی چمکتی دمکتی آنکھوں، گلابی رخساروں اور شوخ مسکراہٹ کے نظارے میں محو تھا اس نے وہ بڑا سا تھال میرے سامنے رکھتے ہوئے کہا ''اچھا تو یہ کھیر کھائیے''

پھر سوما کی طرف دیکھ کر بولی

''ہائے سوما! ہم چمچ تو لائی ہی نہیں اور چاندی کے ورق بھی نہیں لگائے۔ بس یہی ہم میں اور مسلمانوں میں فرق ہے۔ وہ سدا ان باتوں کا خیال رکھتے ہیں۔ اب چمچ کہاں سے آئے گا۔''

میں نے کہا ''الماری میں دیکھو شاید کوئی گرا پڑا مل جائے''

اُس نے الماری کھولی اور ڈبے اُٹھا لائی ''ان میں کیا ہے؟''

میں نے ڈبے اُس کے ہاتھ سے لے کر میز پر رکھ دیے اور کہا

''لاؤ! وہ چمچ! میں کھیر کھالوں تو بتاؤں گا۔''

کھیر بہت ہی مزے دار تھی، شاید اِس لئے بھی کہ اس میں کانتا کے پیار کا رس گھلا ہوا تھا۔ کانتا دائیں ہاتھ کی اُنگلی نچا کر بولی۔

''جلدی سے کھائیے ناں! میں سوما کی ساری دیکھنا چاہتی ہوں''

میں جان بوجھ کر ہولے ہولے کھانے لگا تو وہ بولی۔

''مزے دار ہے۔ ہے ناں؟''

''بہت ہی مزے دار ہے؟ میں نے ہونٹ چاٹتے ہوئے کہا ''یہ تم نے اچھا کیا کہ سبز الائچی ثابت ڈال دی''

وہ لگاوٹ میں بگڑ کر بولی ''پھر جلدی جلدی کھائیے ناں!''

میں نے کہا ''اچھی چیز سہج سہج کھائی جاتی ہے تا کہ مزا زیادہ ملے۔''

سوما مسکرا کر بولی ''ٹھیک ہی تو کہتے ہیں''

کانتا پر بے چینی کا عالم تھا۔ وہ ڈبوں کو ٹٹول کر کہنے لگی

''ایک بات پوچھوں؟ سچ سچ بتائیں گے ناں؟''

---

[1] ذائقہ

''ہاں میں نے کہا'' میں تمہارے سامنے جھوٹ بول ہی نہیں سکتا۔''

''آپ مجھے ستانے کے لئے سہج سہج کھیر کھا رہے ہیں۔ ہے ناں؟'' اُس نے شوخی سے پوچھا

میں ہنس پڑا ''تم ٹھیک کہتی ہو۔''

وہ منہ بسورنے لگی اور سوما سے کہا

''سوما دیکھو! ایسا متر بھی تم نے کبھی دیکھا ہے جو اپنی سجنی کو ستا کر خوش ہوتا ہو''

''ہاں'' سوما نے ہنس کر کہا

کون؟''

''تمہارا متر''

کانتا نے ہاتھ بڑھا کر کھیر کا تھال اُٹھالیا اور ایک طرف رکھ دیا۔ میں نے سوما سے پوچھا۔

''ایسی بھی کوئی سجنی کبھی تم نے دیکھی ہے جو اپنے متر کے لیے کھیر پکا کر لائے اور اُسے کھانے نہ دے''

''ہاں''

''کون؟''

''کانتا''

''بس ہو چکی ہنسی'' کانتا بولی۔ ''اب ڈبے کھولئے''

میں نے ہٹ سے کہا'' جب تک میں کھیر نہیں کھا چکتا ڈبے نہیں کھلیں گے۔ سن لیا کانتا رانی!''

کانتا روٹھ بیٹھی اور رونے کو تھی کہ میں نے کہا

''اچھا! میں ڈبے کھولے دیتا ہوں پر اس کے بعد تمہیں میری ایک بات ماننا ہوگی۔''

''ضرور مانوں گی'' وہ اپنے چنچل نینوں سے مجھے دیکھ کر چہچائی۔

میں نے پہلے لڈوں والا ڈبہ کھولا۔ کانتا دوسرا بڑا ڈبہ پکڑ کر کہنے لگی

''اسے بھی کھولئے''

میں نے ڈبہ اُس کے ہاتھ سے لیا اور کہا

''پہلے اپنا وچن پورا کرو اور میری بات مانو''

''کہیے''

''یہ لڈو کھالو''

اُس نے زچ ہو کر کہا

''اچھا! یونہی سہی''

میں نے ایک بڑا لڈو نکالا اور اُس کی جانب بڑھایا ''لو کھاؤ!''

وہ بولی ''پلیٹ میں رکھ دیں میں کھالوں گی''

میں بنے ہٹیلے بچے کے انداز میں کہا ''تمہیں میرے ہاتھ سے کھانا ہوگا''

''ہائے! سوما کے سامنے؟ وہ لجا کر بولی

''ہاں سوما کے سامنے''

اُس نے بے چارگی سے سوما کی طرف دیکھا اور لڈو کھالیا جس سے اُس کا منہ بھر گیا اور آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں۔ سوما نے مسکرا کر کہا

''ہائے کانتا تو کتنی لالچی ہے۔ ایک ہی بار منہ میں ٹھونس لیا''

کانتا بے بسی کے عالم میں لڈو کو منہ میں گھلاتی رہی اور ہم اُس کا مذاق اُڑاتے رہے۔ بارے کھا چکی تو بولی

''کوئی بات نہیں۔ میں بھی بدلہ لوں گی کسی دن''

دوسرا لڈو میں نے سوما کے آگے رکھ دیا۔ وہ دو دو چار چار لڈو کھا چکیں تو سوما بولی ''بس اب نہیں کھاؤں گی۔ جی بھر گیا ہے۔''

اب دوسرے ڈبے کی باری تھی۔ میں نے ساری نکالی تو دونوں جھوم جھوم گئیں

''ہائے کتنا پیارا رنگ ہے پیازی باڈر کتنا سندر ہے۔ پھر انگلیوں سے ٹٹول کر کانتا بولی یہ تو ریشمی ہے''

میں نے سوما سے پوچھا تمہیں پسند ہے ناں؟

''بڑی پیاری ہے بڑی قیمتی ہے میں اس کے دام کہاں سے دوں گی''

''کتنے کی آئی ہے؟''

میں نے کہا

''نہ دام بتاؤں گا نہ لوں گا''

''پھر میں نہیں لوں گی''

سوما تنک کر بولی

''سوما''

میں نے سنجیدگی سے کہا، ''تم کانتا کی سہیلی ہو، تم انکار کرو گی تو مجھے دکھ ہوگا۔ میں کتنے چاؤ سے تمہارے لئے ساری لایا ہوں اور تم دام پوچھتی ہو، کیا تم نے مجھے کوئی بزاز یا بنیا سمجھ رکھا ہے؟''

شاید میرے لہجے میں تیزی آ گئی تھی۔ سوما گھبرا کر بولی، ''اچھا میں ساری لئے لیتی ہوں پر میں دَین کا بدلہ کیسے چکا سکوں گی''

میں نے کہا'' وہ تو تم پہلے ہی کھیر کھلا کر چُکا دیا ہے۔ ہاں اس کی ایک قیمت ضرور وصول کروں گا'' سوما نے حیران ہو کر پوچھا'' وہ کیا؟''

''تم یہ ساری ابھی پہن کر مجھے دکھاؤ'' میں نے اُسے چھیڑنے کے لئے کہا،

سوما خفگی کے لہجے میں بولی، کبھی نہیں دکھاؤں گی''

میں نے کانتا سے مخاطب ہو کر کہا'' جب میں تمہارے لئے ساری لاؤں گا تو تم مجھے اسے پہن کر دکھاؤ گی ناں؟''

میں تو آپ کی داسی ہوں'' کانتا نے یہ کہتے ہوئے ایسے پیار بھری نگاہ سے میری طرف دیکھا کہ سوما نہ ہوتی تو میں اُسے آغوش میں لے لیتا''

ساری کا ڈبہ بند کر کے میں نے سوما کے ہاتھ میں دیا اور انجان بن کر کہا،

''مجھے کچھ یاد پڑتا ہے کہ ایک چیز میں کانتا کے لئے بھی لایا تھا۔''

کانتا خوشی سے اُچھل پڑی،

''وہ اس تیسرے ڈبے میں ہے۔ ہے ناں؟''

اُس کی ہنسی کی کھنک سے میرے دل کے تار جھنجھنا اُٹھے۔

''کیا ہے؟ اُس نے بےتابی سے پوچھا۔ سوما بولی'' اری! گھبرا کیوں رہی ہو دیکھ جو لوگی''

میں نے جان بوجھ کر ڈبہ کھولنے میں دیر کر دی تو کانتا ٹھنکنے لگی،

''ہے ناں وہی ستانے والی بات؟'' آخر ڈبہ کھول کر میں نے اُن کے سامنے دکھ دیا۔

''سونے کی چوڑیاں''

دونوں کی آنکھیں کھُلی کی کھُلی رہ گئیں میں نے ان کی حیرت سے محظوظ ہوتے ہوئے کہا،

''کانتا جانی! یہ تمہارا تحفہ ہے۔''

سوما اور کانتا دیر تک چوڑیوں پر نظریں گاڑے بیٹھی رہیں۔ کانتا کا چہرہ خوشی سے لال ہو گیا۔ میں نے کہا،

''یہ کوئی بچھو تو نہیں کہ ڈنگ مار دیں گی۔ نکال کر دیکھو''

اُس نے احتیاط سے چوڑیاں نکال لیں۔ میں نے کہا،

''مجھے پہن کر دکھاؤ ناں''!

اُس نے اپنی چندن جیسی سڈول کلائی میں چوڑیاں پہن لیں اور میرے سامنے بازو لہرا کر کہا،

''آپ کو میری کلائی کا ناپ کیسے معلوم ہوا؟ یہ تو ٹھیک ہی ہیں''

''یوں'' میں نے ہاتھ بڑھا کر اس کی کلائی پکڑ لی، اُس نے کلائی چھڑا کر جس انداز سے آنکھیں مٹکا کر میری طرف دیکھا مجھے پھر افسوس ہوا کہ سوما کو کیوں اندر بلایا تھا''

سوما نے پوچھا، ''کتنے کی آئی ہیں؟۔۔۔شُدھ سونا ہے ناں؟''

بڑی دکان والے زیادہ کھوٹ نہیں ملاتے'' میں نے کہا۔

کانتا چوڑیوں پر نظریں گاڑے محویت کے عالم میں بیٹھی تھی، کہنے لگی،

''ماں کہتی ہے شُدھ سونا بہت نرم ہوتا ہے۔ اُس سے گہنے گھڑے ہی نہیں جا سکتے۔ کچھ نہ کچھ پیتل یا تانبا ملانا ہی پڑتا ہے۔ پھر مجھ سے مخاطب ہو کر کہا،

''جیسا کہ آپ کہا کرتے ہیں۔ آپ کو میری جان کی سوں، بتایئے کتنے کی آئی ہیں؟''

میں نے تمسخر کے لہجے میں کہا۔

کانتا! مجھے تمہاری جان اتنی پیاری ہے کہ میں اس کی قسم نہیں کھاؤں گا نہ ان کی قیمت بتاؤں گا''

کانتا ہٹ کرنے لگی ''میں دام پوچھ کر چھوڑوں گی''

میں نے وہی دلیل دہرائی ''کانتا! تمہارا سجن کراڑ یا سنار نہیں ہے''

کراڑ کے لفظ پر سوما نے مسکرا کر کہا،

''آپ ہمیں کراڑ کیوں کہتے ہیں؟ کھتری کیوں نہیں کہتے''

''جیسے کہ تم ہمیں مسلے کہتی ہو مسلمان نہیں کہتی۔

کانتا نے اپنی کلائی کو بار بار لہراتے ہوئے کہا

''ان چوڑیوں کی کچھ قیمت تو ہوگی ناں''

''ہاں قیمت تو ہے''

''کیا؟''

''ان کو پہن کر تم نے میرا جی خوش کیا ہے۔ بس یہی ان کی قیمت ہے۔''

اُس نے شوق بھری نگاہ سے میری طرف دیکھا تو سوما بھانپ گئی اور اُٹھ کھڑی ہوئی

''میں چلتی ہوں، مجھے نیند آ رہی ہے۔''

میں نے کھڑے ہو کر کہا ''چلو تمہیں گھر تک چھوڑ آؤں''

وہ مسکرا کر بولی ''نہیں! نہیں! آپ اپنی سجنی کے پاس رہیں، میں اکیلی چلی جاؤں گی''

میں نے کہا ''یہ نہیں ہونے کا۔ تمہیں نیند آ رہی ہے تو ڈیوڑھی میں پلنگڑی بچھی ہے اس پر سو جاؤ۔'' وہ مان گئی۔ میں نے اپنے بستر سے ایک بھاری کمبل اور چادریں نکال کر اُسے دیں۔ وہ ڈیوڑھی میں گئی اور کواڑ بھیڑ دیئے۔ میں نے لپک کر کانتا کو اپنے بازوؤں میں جکڑ لیا وہ بھی مجھ سے لپٹ لپٹ گئی اور کہنے لگی۔

''اتنی مدت کی اُداسی ہے اُترنے ہی میں نہیں آتی'' پھر الہڑ پنے سے بولی

''پہن لوں وہ جوڑا''

''میں نے کہا'' اے لو وہ تو مجھے یاد ہی نہیں رہا''

وہ الماری کی طرف گئی اور میں نے دوسری طرف منہ پھیر لیا۔ اچانک وہ دبے پاؤں چلتی ہوئی آئی اور میرے سامنے آ کھڑی ہوئی۔۔ ہیں! میں دھک سے رہ گیا۔ اُس کے بدن پر سوائے لال رنگ کی چڈی اور اسی رنگ کی انگیا کے کوئی کپڑا نہیں تھا۔ اور اُس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ ناچ رہی تھی۔ جس کی کرنوں سے اُس کے بدن کا بلور جگر جگر اُٹھا اور تن سیمیں کی ڈلک سے کمرے میں جوت کی ایک نئی دھارا بہنے لگی۔ اُس کی لال چڈی سے رانوں کی پگھلی ہوئی چاندی کا آبشار، اُس کے ہلکے بادامی رنگ کے سڈول گھٹنوں پر گر رہا تھا۔ میں نے بے اختیار اُٹھ کر اُسے اپنی باہوں میں اُٹھا لیا۔ وہ اپنا سر تکیے پر ٹکا کر بولی۔

''ایک رات آپ نے کہا تھا ناں کہ میں تمہارے شریر کی بھرپور سُندرتا دیکھنا چاہتا ہوں۔''

جوشِ آرزو سے میری آواز بھرا گئی

''ہاں! یاد ہے'' اُس نے میرے بالوں میں انگلیوں سے کنگھی کرتے ہوئے کہا

''آج میں نے آپ کی اِچھا[1] پوری کر دی ہے۔ ہے ناں؟''

آج رات اس کی سپردگی اس قدر بے ساختہ اور والہانہ تھی کہ میں دنگ رہ گیا۔ میری حالت اُس مالی جیسی تھی جو رنگ برنگ کے پھولوں کی کثرت سے گھبرا جائے کہ کیسے چنوں کسے چھوڑوں افسوس کہ یہ گھڑی بھی جسے رُک جانا چاہیے تھا گزر رہی گئی۔ آج رات ہم نے جی بھر کے ایک دوسرے سے پیار کیا لیکن میں غلط کہہ رہا ہوں۔ وہ ایسی پُر جوش لڑکی تھی کہ جس کے پیار سے جی بھر ہی نہیں سکتا تھا۔ کلیوپیٹرا کی طرح وہ جتنی پیاس بجھاتی تھی اُس سے زیادہ بھڑکا دیتی تھی[2] ہم نے اُس رات کو اتنی باتیں کیں، اتنی باتیں کیں کہ جنہیں لکھا ہی نہیں جا سکتا۔ چھوٹی چھوٹی باتیں، بے معنی باتیں، بچوں جیسی باتیں۔ سرگوشیوں میں باتیں اکھڑی اکھڑی سانسوں اور بھرائی ہوئی آوازوں میں باتیں۔ میں نے کہا'' کانتا! ایک بات

---

[1] خواہش [2] انٹنی کلیوپیٹرا (شیکسپئر)

لاڈو۔ تم نے آج جیسا پیار تو مجھ سے کبھی نہیں کیا تھا۔ اس کا کارن کیا ہے''

اس نے اپنا منہ دوسری طرف پھیر لیا اور کہا ''یہ نہ پوچھئے'' میں نے اصرار کیا تو وہ کہنے لگی

''نہیں معلوم چمن لال یا ماں مجھے کس بدھو کے پلے باندھ دیں گے۔ وہ بدشکل بھی ہو سکتا ہے۔ کالا بھجنگ بھی ہو سکتا ہے، لنگڑا بھی ہو سکتا ہے۔ میں چاہتی ہوں کہ کسی ایسے منش سے وواہ کرنے سے پہلے میں جی بھر کے اپنے متر سے پیار کر لوں، اُس کی ہر اچھا پوری کروں، اُسے ہر طرح سے خوش کروں اور خود بھی جی بھر کے آنند سمیٹ لوں تا کہ ان یادوں کے سہارے اپنا دکھی جیون بتا سکوں۔''

یہ سن کر میری آنکھوں میں آنسو ڈبڈبا آئے۔ وہ کہنے لگی

''سجن! یہ سماں خوشی کا ہے۔ نیر بہانے کے لئے تو سارا جیون پڑا ہے۔'' اور پھر اچانک اُس کے ضبط کا بند ٹوٹ گیا۔ وہ سسکیاں لیتی ہوئی میری چھاتی سے لپٹ گئی اور اُس کے بدن کی تھرتھری میرے سراپا میں بھی دوڑ گئی۔ میں نے اُس کے آنسوؤں کو چوم چوم کر اپنے ہونٹوں میں جذب کر لیا۔ اتنے میں مندر کا گھڑیال بج اُٹھا۔ وہ چپکے سے اُٹھ کھڑی ہوئی۔ چوڑیاں اُتار کر پلو میں باندھیں اور ڈیوڑھی کا دروازہ کھٹکھٹا کر سوما کو جگایا۔ میں گلی کے موڑ تک ان کے ساتھ گیا۔ اُس نے جاتے ہوئے بار بار مڑ کر مجھے دیکھا، پھر پریم نمسکار کیا اور دھندلکے میں غائب ہو گئی۔

(۱۲)

اِتوار کے روز ہمارے گھر میں تقریبِ ختنہ کا ہنگامہ رہا۔ مردانے، زنانے میں مبارک باد دینے والوں کا ہجوم تھا۔ میں ایک بار کوئی چیز لانے کے لئے زنانے میں گیا تو دیکھا کہ گلی محلے کی کھترانیاں اماں کو بدھائی دینے کے لئے انہیں گھیرے بیٹھی تھیں۔ کانتا کی ماں میری اماں سے باتیں کر رہی تھی۔ میرا ماتھا ٹھنکا کہ اُلٹی سیدھی نہ کہہ رہی ہو لیکن اس خیال سے کہ یہ کون سا موقع ہے گلہ شکایت کرنے کا مجھے اطمینان ہو گیا۔ رات بھر جاگ کر گزاری تھی۔ دن دوڑ بھاگ میں گزرا۔ پچھلے پہر میرا بدن تھک کر چور ہو گیا تھا۔ شام کو کانتا نے لکھا کہ آج رات میں نہیں آسکوں گی۔ ماتا آئے گی اور آپ کو مجھ سے ہٹانے کی بات کرے گی۔ میں کسی صورت آپ کو نہیں چھوڑوں گی۔ آپ دو ایک روز کے لئے ٹھہر جائیں۔ آپ سے مل کر ساری بات بتلاؤں گی۔

کانتا کی ماں نو بجے کے قریب آئی۔ میں نے دروازہ کھول کر اُسے اندر بلا لیا۔ اُس کا چہرہ جیسے لکڑی کا بنا ہوا جذبہ و احساس سے عاری تھا۔ وہ دری پر بیٹھتے ہی کہنے لگی

''پتر جی! میں بڑی آس لے کر تمہارے پاس آئی ہوں''

اِس پتر جی پر میں نے کان کھڑے کیے۔ جب سے اُسے میرے اور کانتا کے پیار کا علم ہوا تھا۔ اُس نے مجھے پتر جی کہنا چھوڑ دیا تھا۔ میرا سر درد سے پھٹا جا رہا تھا۔ اور میں چاہتا تھا کہ وہ جلدی سے بات ختم کرے اور میں سو جاؤں۔ میں نے کہا

''کہو ماسی کیا بات ہے؟''

وہ بولی ''تم جانتے ہو کانتو سے تمہارا نبھاؤ نہیں ہو سکتا۔ تم مُسلے ہو وہ ہندو کنیا ہے۔ تمہارا ووہا نہیں ہو سکتا اور ووہا بنا یہ ساتھ کب تک نبھایا جا سکتا ہے ایک نہ ایک دن تمہارا ووہا ہو جائے گا۔ اپنی ووہٹی[1] کے چاؤ چونچلوں میں تم کانتا کو بھول جاؤ گے۔ آج میں نے تمہاری اماں سے پوچھا آپ بیٹے کا ووہا کب کریں گی۔ وہ بولیں بس ذرا پڑھائی ختم کر لے۔ میں نے کہا، برادری میں کریں گی یا باہر سے بہو لائیں گی؟ کہنے لگیں ہماری برادری میں ایک سے ایک اچھی لڑکی پڑی ہے۔ ہمیں باہر جانے کی کیا ضرورت ہے۔ میں سمجھ گئی کہ انہوں نے کسی لڑکی پر چت دھرا ہوا ہے۔ پتر جی! کانتو کب تک کنواری بیٹھی رہے گی۔ ہم چودہ پندرہ برس کی لڑکی کو بیاہ دیتے ہیں۔ عمر زیادہ ہو جائے تو لوگ باتیں بناتے ہیں اور ناتا کرنے سے کتراتے ہیں۔ میں چاہتی ہوں کہ اُس کا جلدی سے ووہا کر دوں۔ وہ پہاڑ سی جوان ہو گئی ہے۔ گلی محلے

---

[1] دلہن

ایاں کہتی ہیں کہ کانتا کی ماں کو اس تھل تھل کرتی ہوئی مسٹنڈی کی کوئی چنتا نہیں ہے، اُسے گھٹنے سے لگا رکھا ہے۔ میں نے کانتو کے لئے بر تلاش کر لیا ہے۔ لڑکا اچھی صورت کا ہے، منہ مہاندرے کا ہے۔ کھاتے پیتے لوگ ہیں۔ کانتو وہاں راج کرے گی۔ میں یہیں اُس کی سگائی کرنا چاہتی ہوں پر وہ نہیں مانتی بس یہی رٹ لگائے جاتی ہے کہ میں وواہ ہی نہیں کروں گی۔ اُس کی ان باتوں نے میرا جینا دوبھر کر دیا ہے۔ میرا کلیجا ختم کر دیا ہے۔ وہ میری کوئی بات دھیان سے نہیں سنتی، من بھاونی[1] کرتی ہے۔''

یہ کہہ کر وہ پلو سے اپنے آنسو پونچھنے لگی اور پھر بولی

''ہائے ربا میں کتنی دکھی ہوں!''

مجھے اس بات کا علم تھا کہ وہ مجھ میں اور کانتا میں کھنڈت ڈالنے آئی ہے اس لئے اس کے رونے کا مجھ پر کچھ بھی اثر نہ ہوا۔ میں نے نرمی سے کہا

''ماسی! تم مجھ سے کیا چاہتی ہو؟'' وہ منت کے لہجے میں کہنے لگی

''تم ہی کانتو کو سمجھاؤ کہ وہ سگائی سے انکار نہ کرے۔ وہ تمہارے بناں کسی کی بات نہیں مانے گی۔''

میں نے بناوٹی خفگی سے کہا ''ماسی! تم مجھ سے نفرت کرتی ہو، مجھے گیٔو کھانا مسلا کہہ کر اپنی بیٹی کو میرے پیار کے طعنے مہنے دیتی ہو اور پھر مجھ سے بھلائی کی آس بھی رکھتی ہو۔ یہ بات میری سمجھ میں نہیں آئی''

یہ سن کر وہ شرمندہ ہو گئی اور کہنے لگی

''سچ جانیو! اب میں تمہیں برا نہیں کہتی۔ تم کھتری ہوتے تو میں بڑے چاؤ سے کانتو تمہیں بیاہ دیتی۔''

میں نے دوٹوک انداز میں کہا ''کیا تم چاہتی ہو کہ کانتا مجھ سے ملنا چھوڑ دے، پیار کا ناتا توڑ دے پیار کا گلا گھونٹ دے۔''

وہ بولی ''نہیں! میں یہ نہیں چاہتی اور سچ تو یہ ہے کہ یہ بات میرے بس کی بھی نہیں رہی۔ میں جانتی ہوں کہ میں نے کانتو کو گھر میں بند کیا تو وہ چھت پھلانگ کر تمہارے پاس پہنچ جائے گی، مجھ سے لڑائی جھگڑا کرے گی، مجھے میرے پاپ کے مہنے دے گی۔ بات گلی میں چل نکلی تو وہ بدنام ہو جائے گی اور اس کا ناتا کہیں بھی نہیں ہو سکے گا۔ پتر جی! جب میری بیٹی ہی میری نہیں رہی تم پر میرا کیا زور ہے۔ میں تمہاری بنتی کرتی ہوں کہ بس تم اسے وواہ پر راضی کر دو۔ میں تمہارے پاؤں دھو دھو کر پیوں گی اور میری سات پیڑھیوں[2] پر تمہارا دین احسان رہے گا''

---

[1] اپنی مرضی [2] سات نسلوں

یہ کہتے ہوئے اُس نے میرے آگے ہاتھ جوڑ دیئے۔ میرا دل پسیج گیا۔ میں سوچنے لگا وہ سچ ہی تو کہہ رہی ہے۔ میں نے کہا "ماسی! تم نے کانتا سے بھی یہ ساری باتیں کی ہوں گی"

وہ بولی "رات رات بھر اُس سے باتیں ہوتی ہیں۔ وہ کہتی ہے کہ میں مسلمان ہو کر بادشاہ کے گھر بیٹھ جاؤں گی اور ساری عمر اُن کے چرنوں میں بتا دوں گی۔ پتر جی! تمہیں بتاؤ کہ وہ مسلمان ہو گئی تو میرے پلے کیا رہ جائے گا۔ میں تو جیتے جی مر جاؤں گی۔ میرا پتی طعنوں سے میرا ناک میں دم کر دے گا۔ اچھا یہ بتاؤ کہ کانتو مسلمان ہو جائے تو کیا تم اُس سے وواہ کر لو گے؟ کیا تمہاری اماں اُسے اپنی بہو مان لیں گی؟"

یہ سوال بڑا ٹیڑھا تھا۔ مجھے اِس کا جواب دینا پڑا۔ میں نے سوچ کر کہا

"اماں اُسے اپنی بہو بنانا پسند نہیں کریں گی"

"یہ سن کر کھترانی کی آنکھیں چمک اُٹھیں۔ وہ بولی

"رب تمہارا بھلا کرے! کانتو مسلمان ہو جائے اور تمہاری اماں اُسے اپنی بہو بھی نہ بنائیں تو کیا تم کھلم کھلا اُسے اپنے پاس رکھ سکو گے؟ کیا تم میں اتنی شکتی[1] ہے۔؟"

'اس پر میرا جوانی کا احمقانہ خون کھول اُٹھا اور میں نے جوش میں آ کر کہا

"میں نکاح کر کے اُسے یہاں سے دور لے جاؤں گا"

"اور اپنی ماں کو دکھی کرو گے؟" اُس نے ترکش کا آخری تیر چلایا جو بعد میں معلوم ہوا کہ آخری نہیں تھا۔ میں نے اُسی لہجے میں کہا

"اماں تمہاری طرح نہیں ہیں کہ اپنی بات منوانے کے لئے اپنے بیٹے کا دل توڑ دیں گی۔ وہ میری خوشی پر اپنے سارے ارمان قربان کر دیں گی۔"

یہ کہتے ہوئے میری آنکھوں کے سامنے اپنی ماں کا محبت بھرا چہرہ آ گیا۔ میں ہمیشہ اُن کی دلجوئی پر کمر بستہ رہتا تھا۔ وہ فخر سے کہا کرتی تھیں کہ بیوگی میں مجھے اپنے پیارے بیٹے نے سہارا دے رکھا ہے۔ میں سوچنے لگا کہ کیا میں جذبات کی رو میں بہہ کر اُن کا دل توڑ دوں گا؟ اِس تصور سے میری روح کانپ اُٹھی۔ کانتا کی ماں میری بات سن کر اُٹھ کھڑی ہوئی اور کمر پر ہاتھ رکھ کر بولی

"اب مجھ ابھاگن کے لئے اس کے سوا کوئی چارہ نہیں رہا کہ میں اپنے پران[2] تیاگ دوں"
۔ یہ کہہ کر وہ دروازے کی طرف چلی۔ میرا جی چاہا کہ دوڑ کر اُسے پکڑ لوں اور کہوں ماسی! رُک جاؤ" لیکن

---

[1] طاقت [2] جان دے دوں

نے مجھے پلنگ کے ساتھ جکڑ رکھا تھا، میں اپنی جگہ بے حس وحرکت بیٹھا غمناک نظروں سے اُسے
رہا۔ ہیں! یہ کیا؟ وہ تڑپ کر مڑی، گھٹنوں کے بل فرش پر گر گئی اور میرے پاؤں پکڑ لئے۔ اُس کے سر
سرک گیا تھا اور اُس کے کڑ بڑ سے بال کندھوں پر بکھر گئے تھے۔ میں نے اپنے پاؤں کو چھڑانا چاہا
اس نے اور مضبوطی سے پکڑ لئے اور روہانسی ہو کر بولی

''پتر جی! تم ایک مہاتما کے بیٹے ہو، نیک ماں کے جائے ہو، اگر تمہیں اپنی اماں سے پیار ہے
اس پیار کے نام پر تم سے اپنی پتری کی بھیک مانگتی ہوں''

یہ سن کر میرے دل میں ہلچل مچ گئی اور میرا سر چکرا گیا۔ اماں کے پیار نے میرے سینے میں
مارا اور میں ہول گیا۔ بے اختیار میں نے اُس کے سر پر ہاتھ رکھ کر کہا

''میرے پاؤں چھوڑ دو ماسی! جو تم چاہتی ہو وہی ہوگا''

یہ سن کر وہ نہال ہو گئی۔ اُس نے کھڑے ہو کر مجھے ڈھیروں دعائیں دیں اور پھر ہاتھ جوڑ کر
جی! میں تمہیں ٹھیک طرح سے سمجھی نہیں تھی۔ تم نے تو کندن کی آتما پائی ہے''۔

میں نے اپنے ہونٹ سختی سے بھینچ لیے اور چپکا بیٹھا رہا۔ بات کرنے کی کوشش کرتا تو دھاڑیں
کر رو دیتا۔ وہ میری بلائیں لے کر چلی گئی تو میں بے دم ہو کر بستر پر لیٹ گیا۔ مجھے یوں لگا جیسے میں نے
ہاتھوں سے اپنے پیار کی شہ رگ کاٹ دی ہے، اپنی زندگی کے سرچشمے میں زہر گھول دیا ہے جو عمر کے
کے ساتھ ساتھ میرے رگ وپے میں اُتر جائے گا اور ہمیشہ کے لئے میرے دل کی خوشی چاٹ
گا۔ میں نے اپنے آپ سے کہا'' اب تم کبھی بھی کسی سے پیار نہیں کر سکو گے۔'' میں مدہوشی کے عالم
لونا چھت کی طرف دیکھتا رہا۔ میرا ذہن سپاٹ اور ٹھس تھا اور تن بدن میں ہلنے جلنے کی سکت نہیں رہی
تھی۔ صبح صادق کے وقت مندر کا گھڑیال بجا تو میں نے غنودگی کے عالم میں اپنے آپ سے کہا'' کانتا چلی
گئی ہے۔ اب تم سو جاؤ'' اور نیند کی مہربان پری نے اپنے نرم نرم پر مجھ پر پھیلا دیئے۔

(۱۳)

اگلی صبح میں بڑی دیر سے جاگا اور جاگتے ہی خیالوں میں کھو گیا۔ میں نے اپنے آپ سے کہا

''تم بزدل ہو، تم نے اپنی بزدلی پر ایثار اور فرومائیگی پر شرافت کے پردے ڈال دیئے ہیں۔
مردوں اور عورتوں کی صحبت نے تم پر عورت کا اصل کردار واضح نہیں ہونے دیا۔ جب تمہارا واسطہ ایک

حقیقی عورت سے پڑا تو تم اُس کے پیار اور خلوص کی تاب نہ لا سکے کیوں کہ تم سچا پیار کرنے کے اہل ہی نہیں تھے۔ ان خیالوں نے مجھے یاس و حرماں کے اندھے کنویں میں دھکیل دیا اور مجھے یوں لگا جیسے میں نے غم کا پیالہ تلچھٹ سمیت پی لیا ہے۔ پھر اس خیال سے مجھے قدرے سکون محسوس ہوا کہ میں نے ایک دکھیاری ماں کا دل شانت کیا ہے اور اُسے کھوئی ہوئی مسکراہٹیں لوٹا دی ہیں۔ دوپہر کو جیونی آئی اور کہا کا نتا آج رات کو آئے گی۔ میں سوچنے لگا کہ میں اپنے دل کا چور کیسے اُس سے چھپا سکوں گا۔ وہ ایک نظر میں سب کچھ بھانپ جائے گی۔ اُس رات کانتا خوشی سے چہکتی ہوئی آئی۔ اُس نے اپنے سر کے بال دولٹوں میں گوندھ رکھے تھے اور اُن میں ربن باندھے ہوئے تھے۔ وہ چوڑیاں کھنکھناتی ہوئی میرے پاس پلنگ پر بیٹھ گئی اور اپنے داہنے ہاتھ کی اُنگلیاں پھیلا دیں۔ نرم شمعیں اُنگلیاں۔ وہ ایک نئی انگوٹھی پہنے ہوئے تھی۔ میں نے بناوٹی ہنسی ہنس کر کہا ''یہ سگائی کی انگوٹھی ہے؟''

''ہاں'' ہنسی سے اُس کا چہرہ گلنار ہو گیا'' سگائی کی وہی انگوٹھی ہے جو آپ نے مجھے پہنائی تھی۔ وہ بڑی سی تھی۔ میں نے ماں سے چوری چھپے سنار سے یہ نمونہ بنوالیا ہے۔ دیکھئے کیسا ہے؟''

''بہت ہی سندر ہے'' میں نے کہا

یہ سن کر وہ خوشی سے لوٹ گئی اور بولی

''سوما کہتی ہے پہلی انگوٹھی کا نمونہ اچھا تھا۔ تمہارے متر کو یہ نمونہ پسند نہیں آئے گا''

میں نے پیار سے کہا ''نہیں جانی! یہ نمونہ اُس سے اچھا ہے۔''

وہ لاڈ کے انداز میں بولی'' آپ کا جانی کہنا مجھے بہت اچھا لگتا ہے۔ کبھی کبھی آپ کہا کرتے ہیں۔'' میری جان! میری کبوتری! میری من موہنی''

''ہاں یہ بول بیٹھے ہیں پر آپ مجھے جان ہی کہا کریں'' وہ دلار سے بولی

''اچھا جانی! میں نے مسکرا کر کہا کہ تو وہ مجھ سے لپٹ گئی، پھر میرے بازو پر اپنا سر رکھ کر لیٹ گئی اور میری چھاتی پر ہاتھ رکھ کر حیرت سے کہنے لگی۔

''ایں! آپ کا دل کس زور سے دھڑک رہا ہے۔ آپ کا جی تو اچھا ہے ناں؟''

میں نے بے پروائی سے کہا ''ٹھیک ہوں، دل تو دھڑکتا ہی رہتا ہے۔''

وہ تنک کر بولی ''نہیں آج زور زور سے دھڑک رہا ہے۔ میں جھوٹ کہتی ہوں بھلا؟''

میں نے کہا'' اچھا بابا! یونہی سہی! آج سوما تمہارے ساتھ نہیں آئی۔''

وہ میری آنکھوں میں غور سے دیکھ کر بولی۔ سوما واپس چلی گئی ہے۔

''آج کی رات میں اکیلی آپ کے پاس رہنا چاہتی ہوں، ایک بات پوچھوں؟''

''کہو''

وہ شرارت کے انداز میں کہنے لگی

''سوما کا نام لیتے ہیں اُس سے بات کرتے ہوئے آپ کی آنکھیں چمک اُٹھتی ہیں۔ وہ بھی آپ کا نام بڑے پیار سے لیتی ہے۔ اُس رات کو جب وہ اکیلی یہاں آئی تھی دونوں میں پیار تو نہیں ہو گیا تھا؟''

اِس پر میں ہنس پڑا اور اُسے گدگدی کرتے ہوئے کہا ''تمہاری ایسی تیسی! ہم پر شک کرتی ہو؟''

وہ ہنسی سے لوٹ پھوٹ ہو گئی اور ہاتھ پاؤں چلانے لگی۔

''ہائے میں مرگئی۔ بس! بس اب کبھی شک نہیں کروں گی۔''

میں نے اُسے چھوڑ دیا تو وہ میرے کندھے پر ہاتھ رکھ کر کہنے لگی۔

''آپ کو ایک اچھنبے کی بات بتاؤں؟''

''کہو''

وہ میرے ماتھے پر بکھرے ہوئے بال ہٹا کر بولی ''سچ! بہت ہی اچنبھے کی بات ہے۔''

''اب بتا بھی چکو''

''میں کہتی ہوں ایسی بات ہے کہ آپ سن کر اچھل پڑیں گے۔''

اُس کی شوخی کی چھوت مجھے بھی لگ گئی۔ میں نے بے اختیار ہنس کر کہا

''تو مجھے ستا کر اس رات کا بدلہ لے رہی ہے۔؟''

''کان میں کہوں گی''

''یہاں کون ہے بھلا؟''

وہ ہنستے ہوئے کہتی گئی ''ہے وہ کان ہی میں کہنے کی بات۔''

میں جھلا گیا۔ اُسے گردن سے پکڑ کر دبوچ لیا تو وہ بولی

''اچھا مجھے چھوڑ دیں۔ بتاتی ہوں۔''

میں نے اُس کی گردن چھوڑ دی تو وہ مسکرا کر بولی

''میں تو یونہی کہہ رہی تھی۔ بات کچھ بھی نہیں ہے۔''

میں نے اُس کے پہلو میں اس زور سے چٹکی لی کہ وہ منہ بسورنے لگی اور میرے دنوں ہاتھ پکڑ کر کہا ''اچھا بتاتی ہوں، اب مجھے نہ چھیڑنا۔۔۔ بات یہ ہے کہ آج میں اور سوما بیٹھی سوچ رہی تھیں کہ آپ

کے پاس آنے کا کیا حیلہ بہانہ کریں۔ سوما اپنی ڈیوڑھی میں سوتی ہے جب کبھی مجھے یہاں آنا ہوتو میں رات کو اس کے پاس جا کر سو جاتی ہوں۔۔ ہم تالا لگا کر ادھر آجاتی ہیں اور کسی کو کانوں کان خبر نہیں ہوتی میں نے ماں سے کہا آج رات میں سوما کے پاس سوؤں گی۔ پہلے بھی ایسا ہوتا تھا۔ آج ماں نے مسکرا کے ایسی عجیب نظروں سے مجھے دیکھا کہ میں جھینپ گئی۔ مجھے شک گزرا کہ وہ جانتی ہے اِس بہانے میں کہاں جاتی ہوں آج وہ مجھے روک دے گی۔ پر اُس دن بڑے پیار سے میری طرف دیکھا اور کہا ''بڑی خوشی سے جاؤ سوما کے پاس'' میں سوما کے پاس چلی تو آئی پر سوچتی رہی کہ ماں نے آج تک مجھے ان نظروں سے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ مجھے خیال آیا کہ وہ جان بوجھ کر انجان بنی ہوئی ہے اور اُس نے آپ سے ملنے کا موقع دیا ہے۔ ہے ناں یہی بات؟''

میں نے بات کا رخ موڑنے کے لئے کہا

''کل میں جا رہا ہوں، کہو واپسی پر تمہارے لئے کیا لاؤں؟''

وہ سنجیدگی سے بولی ''آپ میرے لئے چیزیں نہ لایا کریں۔ میں آپ کو خوش کرنے کے لئے لے تو لیتی ہوں پر مجھے کچھ یوں لگتا ہے جیسے یہ کوئی اچھی بات نہیں ہے۔''

میں نے سنی ان سنی کر دی اور کہا

''اب کے تمہارے لئے بنارسی ساری لاؤں گا۔''

وہ اچھل کر اپنی جگہ بیٹھ گئی 'بنارسی ساری! مجھے ایک مدت سے اس کا چاؤ ہے۔ سوما کہتی ہے تو بنارسی ساری پہنے تو تجھے دیکھ کر چاند بھی شرما جائے پر سجن! مجھے آپ سے کچھ نہیں لینا چاہیے۔''

میں نے اُس کے بالوں کی سنہری لٹ کو چھیڑتے ہوئے کہا

''کانتا! ایک بات بتاؤ؟''

''کہیے!''

''اُس رات کو جب سوما نے میری لائی ہوئی ساری میرے سامنے پہننے سے انکار کر دیا تو کیا تمہارا جی نہیں چاہا تھا کہ تم اُسے پہن کر مجھے دکھاتیں۔''

وہ ہنس دی ''ہائیں! آپ سے تو میرے من کی کوئی بات چھپی ہی نہیں رہ سکتی۔ سچی! میرا بہت جی چاہا تھا۔''

میں نے اُس کی گردن سہلاتے ہوئے کہا ''اچھا! اب تم مجھے بنارسی ساری پہن کر دکھانا''

اُس کی کٹوری دار شربتی آنکھیں پیار کی جوت سے جگمگا اُٹھیں اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے اُس کا چہرہ افسردہ ہو

کیا یہ انگارہ بجھ کر راکھ بن جائے۔ وہ سامنے دیوار پر نظریں گاڑ کر بولی

''سجن جی! یہ دن نہیں رہیں گے، یہ راتیں نہیں رہیں گی۔ ہم ایسے بچھڑ جائیں گے کہ پھر کبھی نہیں مل سکیں گے۔''

کمرے میں دیر تک خاموشی چھائی رہی۔ میرے دل میں اُس کی جدائی کے غم نے گھر کر لیا۔ اُرملا نے مسکرانے کی کوشش کرتے ہوئے کہا

''میں وہ مسلمان ہونے والا جوڑا پہن لوں؟''

''نہیں جانی! تم جس لباس میں ہو مجھ سُندر لگتی ہو۔''

''سچ؟'' یہ کہہ اُس ایسے اندازِ دلربائی سے مسکرا کر دیکھا کہ میرے ہاتھ سے ضبط کا دامن چھوٹ گیا۔۔۔ میری آنکھ کھلی تو اُس کا داہنا ہاتھ میری چھاتی پر پسرا ہوا تھا اور وہ سو رہی تھی۔ بے دھیانی میں میرا بازو ہل گیا تو وہ جاگ پڑی اور میرا ہاتھ پکڑ کر کہا

''آپ مجھے سونے کیوں نہیں دیتے؟''

میں نے کہا ''چھپ چھپ کر ملنے والے گہری نیند نہیں سویا کرتے۔ اُن کا سونا تو اُس ہرن کا سا ہوتا ہے جو چیونٹیوں کے بل پر سوتا ہے تاکہ چیونٹیاں اُسے کاٹتی رہیں اور وہ غفلت کی نیند سو کر صبح سویرے شکاری کے ہاتھ نہ لگ جائے۔ اچھا میں جاگتا ہوں تم پھر سو جاؤ۔'' میں نے اُسے تھپک کر کہا

وہ سر کے بال سنوارتے ہوئے بولی

''کیا سمے ہے؟''

تین بجنے والے ہیں۔''

اُس نے اُٹھ کر کپڑے پہنے اور بڑی بڑی خواب آلود آنکھیں مجھ پر گاڑ دیں۔ بولی

''ایک بات پوچھوں؟ سچ مچ بتائیں گے ناں؟

میرے دل میں ہول اُٹھا کر اب وہ کوئی بے ڈھب سوال پوچھے گی۔ بہر حال میں نے مسکرا کر کہا

''کہو''

وہ تیز تیز نگاہوں سے دیکھتی ہوئی کہنے لگی

''کل رات ماں نے آپ سے کیا کہا تھا؟''

وہی بات ہوئی جس کا مجھے دھڑکا لگا ہوا تھا۔ میں نے اُسے ٹالنے کے لئے کہا

''یہ بات تم نے آتے ہی کیوں نہیں پوچھی تھی؟''

وہ اداسی کے لہجے میں بولی

''کیا میں آخری ملن کی رات کو نشٹ کر دیتی؟''

''آخری ملن کی رات؟ میں نے گھبرا کر کہا'' کانتا یہ تم کیا کہہ رہی ہو؟''

''ہاں! آخری ملن کی رات، اُس کے ہونٹ بھنچ گئے۔'' میں جانتی ہوں میرے ساتھ کیا ہونے والا ہے۔ میں نے آتے ہی آپ کی نظروں سے جان لیا تھا کہ آپ میں اور میری ماں میں ملی بھگت ہوگئی ہے۔ میری طرف دیکھئے! ایسے نہیں، مجھ سے نظریں ملایئے۔ بتایئے! آپ مجھ سے کیا چھپا رہے ہیں؟ پر مجھے آپ سے یہ بات نہیں پوچھنا چاہیے تھی۔''

میں نے اپنی آواز پر قابو پاتے ہوئے کہا

''کیا تمہیں شک ہے کہ میں جھوٹ بولوں گا؟''

''نہیں'' اُس کے چہرے پر افسردگی چھا گئی'' میں ڈرتی ہوں کہیں آپ سچ نہ بول دیں۔''

میں نے سر جھکا لیا اور چپ کر رہا۔ وہ زہر خند کرتے ہوئے بولی۔

''آپ نے ماں سے کہہ دیا ہے ناں کہ آپ مجھے مسلمان کر کے مجھ سے وواہ نہیں کریں گے؟''

میں چپ سادھے بیٹھا رہا۔ وہ کہتی گئی۔

''آپ نے کہہ دیا ہے ناں کہ میں کانتا کو سگائی پر راضی کرلوں گا؟''

میں کچھ نہ بولا اور سوچنے لگا کہ پیار کرنے والی عورت سے کوئی بات چھپائی نہیں جاسکتی آخر میں نے کہا

''ماسی نے تم سے کچھ کہا ہے؟''

وہ بولی'' ابھی ماں نے مجھے کچھ نہیں بتلایا پر میں اُس سے پوچھ کر رہوں گی۔ آج وہ بڑی خوش خوش دکھائی دے رہی تھی۔ میں نے اتنا خوش اُسے پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ اُس نے بڑے پیار سے مسکرا کر مجھ سے کہا کہ تم سوما کے پاس جا کر سو رہو۔ میں تمہیں کیوں روکوں؟ میں جان گئی کہ وہ کیوں خوش ہے۔ اُس نے آپ سے یہ بات منوالی ہے کہ آپ مجھے چھوڑ دیں گے۔

''ہے ناں؟''

میں اُس سے آنکھیں چار نہ کر سکا۔ وہ ٹکٹکی باندھے مجھے دیکھتی ہی۔ اچانک میں نے سر اُٹھا کر دیکھا تو دھک سے رہ گیا۔ اُس کا چہرہ جلال سے لال بھبوکا ہوگیا تھا اور آنکھیں شکتی سے چمک رہی تھیں۔ میں نے اس حالت میں اُسے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ وہ باوقار لہجے میں کہنے لگی

''آپ نے سنا ہے کہ گزرے وقتوں میں کھترانیاں چتا پر جل جایا کرتی تھیں''

''ہاں!'' میں مسحور ہو کر اس کی طرف دیکھتا رہا۔

وہ اُسی لہجے میں بولی

''میں بھی اپنی ماں کی ممتا اور اپنے بجن کی مجبوری پرستی ہو جاؤں گی۔ وہ تو دیکھتے دیکھتے جل کر راکھ ہو جایا کرتی تھیں اور میں جانے کب تک اس چتا پر جلتی رہوں گی۔''

میں دم بخود اپنی جگہ بت بنا بیٹھا رہا۔ مجھے اس لڑکی سے خوف آنے لگا اور میں نے اپنے آپ کو اس کے سامنے حقیر و صغیر محسوس کیا۔ اپنے خفیف اور بے بسی کے احساس سے میرے آنسو پھوٹ نکلے ان کی کڑواہٹ میرے حلقوم میں اُتر گئی۔ کانتا کی آنکھیں خشک تھیں وہ کرسی پر بیٹھی ہوئی ایک بارعب اور وبدبے والی رانی لگ رہی تھی۔ اُس نے آہستہ سے انگوٹھی اور چوڑیاں اُتار کر میز پر رکھ دیں اور کہا

''میں نے یہ انگوٹھی اپنے پاس رکھنے کے لئے دوبارہ بنوائی تھی۔ چوڑیاں میں نے آپ کی دلہن کے لئے رکھ لی تھیں۔ پر اب میں انہیں اپنے پاس نہیں رکھ سکتی۔''

اتنے میں دستک کی آواز آئی۔ وہ اُٹھ کھڑی ہوئی۔ میں نے بے تابی سے اپنے بازو پھیلا کر کہا

''کانتا میری جان! رُک جاؤ، میری بات سنو، تم مجھے اس طرح چھوڑ کر نہیں جا سکتیں۔''

کانتا نے منہ پھیر لیا اور ٹھوڑی اونچی کئے مان سے قدم اُٹھاتی ہوئی باہر نکل گئی۔

(۱۴)

کانتا کے جانے کے بعد میں دیر تک خود فراموشی کے عالم میں لیٹا رہا۔ آخر میں نے میز پر سے انگوٹھی اور چوڑیاں اُٹھا کر الماری میں رکھیں۔ اُنھیں دیکھ کر مجھے کانتا پر طیش آ گیا اور میں نے سوچا کہ کانتا نے میرے پیار کی توہین کی ہے، میری عزتِ نفس کو مجروح کیا ہے۔ اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ اُسے میرے جذبات کا کچھ بھی پاس و لحاظ نہیں ہے۔ قدرت ہم پر کس قدر مہربان ہے۔ جب ہمارا غم اپنی انتہا کو پہنچ جائے تو وہ ہمیں بے حس کر دیتی ہے۔ مجھ پر اسی قسم کی بے حسی طاری تھی۔ الماری کو بند کرتے وقت میری نگاہ اُس ریشمیں رومال پر پڑی جو کانتا نے مجھے دیا تھا۔ میں نے اُسے اُٹھا لیا۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ وہ میری محبت کی نشانی واپس کر جائے اور میں اس کی نشانی اپنے پاس رکھوں۔ آج ہی جیونی کے ہاتھ اسے لوٹا دوں گا۔ میں نے سوچا اور اپنی چیزیں سمیٹ کر سفر کی تیاری کرنے لگا۔ اتنے میں گھر سے بلاوا آیا کہ ناشتہ

تیار ہے۔ میں غسل کر کے اندر گیا تو مجھے دیکھ کر اماں کا رنگ فق ہو گیا۔ وہ بولیں

''ہائے! بیٹے! تجھے کیا ہو گیا ہے؟ رنگ پیلا پڑ گیا ہے، آنکھیں سوج کر لال بوٹی ہو گئی ہیں''

''کوئی بات نہیں اماں! رات کو سر میں درد تھا۔ سو نہیں سکا۔''

اماں کی فکر مند نظریں دیر تک میرے چہرے پر گڑی رہیں جیسے وہ اُس پر لکھی ہوئی کوئی تحریر پڑھ رہی ہوں۔ پھر وہ چپ چاپ مجھے ہاتھ سے پکڑ کر اندر کے کمرے میں لے گئیں ناشتہ کرایا اور کہنے لگیں۔

''بیٹا تمہارا جی ماندا ہے۔ سفر ملتوی کر دو'' پھر پلنگڑی پر بستر بچھا کر مجھے لٹا دیا اور سرہانے بیٹھ کر میرا سر دابنے لگیں۔ اُن کے پیار بھرے نرم نرم ہاتھوں کے لمس سے مجھے سکون محسوس ہوا اور میں گہری نیند سو گیا۔ آنکھ کھلی تو دوپہر ڈھل گئی تھی۔ اماں وہیں بیٹھی ہولے ہولے دوپٹے کا پلو جھل رہی تھیں۔ میں شرم کے مارے عرق عرق ہو گیا، گھبرا کر اُٹھ بیٹھا اور کہا

''کیا آپ صبح سے یہیں بیٹھی ہیں؟''

انہوں نے اپنے مخصوص انداز میں کہا ''یہ پہلی بار تو نہیں ہے بیٹے!''

میں نے بے اختیار اُن کے ہاتھ پکڑ کر چوم لئے۔۔ وہ آبدیدہ ہو کر بولیں

''بیٹے! تجھے کسی کی نظر بد لگ گئی ہے'' پھر نوکرانی سے کہہ کر سرخ مرچین منگوائیں اور مجھ پر وار کے آگ میں پھکوا دیں۔ میرے دل میں چور تو تھا ہی۔ میں سوچنے لگا کہ شاید وہ جان گئی تھیں کہ مجھ پر کیا اُفتاد پڑی ہے۔ میں نے دوپہر کا کھانا اُنھیں کے ساتھ کھایا۔ کھانے سے فراغت ہوئی تو وہ کہنے لگیں۔

''تھوڑی دیر اور سو لو'' لیکن میں نے مسکرا کر کہا ''میری طبعیت بحال ہے اور سر درد رفع ہو گیا ہے۔''

میں نے آئینے میں دیکھا آنکھوں کی لالی زائل ہو گئی تھی اور چہرے کی لالی لوٹ آئی تھی۔ میں ان سے اجازت لے کر باہر چلا تو اماں بولیں۔

''بیٹا چنتا نہ کیا کرو''

میں نے ادب سے کہا ''آپ کے ہوتے ہوئے مجھے کس بات کی چنتا ہو سکتی ہے؟''

دیوان خانے آیا تو ڈیوڑھی میں جیونی کھڑی تھی۔ کانتا نے کہلا بھیجا تھا کہ میں رات کو آپ کے پاس آؤں گی کچھ ضروری باتیں کرنا ہیں۔ میں نے کہا اُسے کہنا میں آج زنانے میں سوؤں گا۔ جیونی نے شاید میرے لہجے کی سختی کو بھانپ لیا۔ کہنے لگی۔

''وہ آپ سے لڑ تو نہیں پڑی۔ بڑی تیز مزاج چھوکری ہے۔''

میں نے جیب سے رومال نکال کر اُسے دیا اور کہا

"یہ کانتا کو دے دینا" وہ اپنے خاص شیطانی انداز میں مسکرا کر بولی "پیار کی نشانی ہے۔ ہے ناں؟"

جب یار لوگوں کو معلوم ہوا کہ میں رک گیا ہوں تو وہ بندوقیں لے کر آ گئے اور ہم چیہڑ پر تیتر کا شکار کھیلنے چلے گئے۔ واپسی پر بودھے کی بنھ کے قریب سے گزرے تو مجھے اپنے زخمی ہونے کا دن یاد آ گیا اور اس کے ساتھ کانتا کا سہما ہوا چہرہ آنکھوں کے سامنے جھلملانے لگا اور مجھے یوں لگا جیسے کوئی شخص میرے دل کو مسل رہا ہے۔ آگے بڑھے تو دیکھا کہ گلی کی کتھرانیاں فاختاؤں کے جھنڈ کی طرح گالے کی اُکی پر سے نیچے اُتر رہی تھیں۔ کانتا حسب معمول سب کے پیچھے پیچھے آ رہی تھی۔ وہ سر اُٹھائے سیدھی میری طرف دیکھ رہی تھی۔ قبرستان کے قریب ہماری مڈ بھیڑ ہوگئی۔ کانتا کی ماں نے خوشدلی سے مسکرا کر کہا

"پتر جی! آپ نے پھر جیو بیتا شروع کردی ہے"

میں نے طنزیہ کہا "ماسی! جیو بتیا تو سجن کرتے ہیں، کوئی کسی رنگ میں کوئی کسی رنگ میں"

وہ کھسیانی ہوگئی۔ میں نے دانستہ کانتا کی طرف سے منہ پھیر لیا اور آگے بڑھ گیا۔

رات کو دیر تک شطرنج کی بازی جمی رہی اور نو بجے کے قریب میں اندر چلا گیا۔ اماں نے میرے لئے خشخاش کا حریرہ بنوایا تھا جو بہت مزے دار تھا۔ میں نے خوب سیر ہو کر کھایا اور گھوڑے بیچ کر سو گیا۔ اگلی صبح میری جاگ کھلی تو طبعیت ہشاش بشاش تھی۔ اماں نے مجھے پوری طرح صحت مند اور خوش باش دیکھ کر خدا کا شکر ادا کیا او دوسرے دن مجھے لاہور جانے کی اجازت دے دی۔ آج مجھے تنہائی سے گھبراہٹ ہونے لگی تھی میں ڈرتا تھا کہ اکیلا رہا تو کانتا کا خیال مجھے پریشان کرے گا۔ جی بہلانے کے لئے میں اپنے ساتھیوں کے ساتھ شاہانہ باغ چلا گیا۔ وہاں سنگ مرمر کے مصلے پر بیٹھ کر ہم گپ شپ کرتے رہے اور گانے گاتے رہے۔ باغ کے کنوئیں پر نہا کر ہم خانقاہ کو چلے گئے اپنے بزرگوں کی قبروں پر فاتحہ پڑھی۔ پھر درگاہ میراں شاکر شاہ کا رخ کیا۔ دیوی استھان کو دیکھ کر مجھے کانتا یاد آ گئی اور اُس روز کا ٹھمک ٹھمک کر چلنے کا منظر آنکھوں کے سامنے آ گیا۔ میں نے سوچا کہ یہاں کہیں بھی کانتا کا خیال میرا پیچھا نہیں چھوڑے گا۔ وہاں سے ہم منگلا دیوی پر چڑھ گئے اور چیہڑ کے راستے واپس آئے ہم تھک کر چور ہو گئے تھے، اپنے اپنے گھروں کو چلے۔ گلی میں سے گزرتے ہوئے میری نگاہ عادتاً دیوار کے شگاف کی طرف اٹھ گئی۔ اُس میں ایک کاغذ پڑا تھا۔ میں نے اپنے جی میں کہا "یہ لڑکی مجھ سے بلی چوہے کا کھیل کھیل رہی ہے، خود ہی محبت ترک کر دی ہے، پیار کی نشانی لوٹا دی ہے اور پھر رقعے بھی لکھے جا رہی ہے لیکن یہ لکھائی کانتا کی نہیں تھی۔ سوماں نے لکھا تھا کانتا آپ سے ملنا چاہتی ہے۔ جب سے اُسے معلوم ہوا کہ آپ نے اپنی

ماتا کے پیار کے نام پر اُس کی ماں کی بات مانی تھی پچھتاوے سے اُس کا برا حال ہے۔ جیونی نے رومال لوٹایا تو وہ سیدھی میرے پاس آئی۔ اُس سے بولا نہیں جاتا تھا۔ بڑی مشکل سے روتی ہوئی بولی۔
سوما! دوش میرا ہی ہے۔ مجھے اُن کے پیار پر شک نہیں کرنا چاہیے تھا انگوٹھی لوٹانا نہیں چاہیے تھی۔ اب میں کیا کروں کسی طرح مجھے اُن سے ملانے کا جتن کرو میں نے کہا ''تم نے اُن کے پیار کا اپمان کیا ہے، انہوں نے تم سے ملنے سے انکار کر دیا تو؟'' کانتا نے کہا میں آج رات کو اُن کے پاس جاؤں گی۔ انہوں نے دروازہ نہ کھولا تو سوں دیوی کی میں اُن کی دیوار سے اپنا سر پھوڑ لوں گی'' میں آپ کی بینتی کرتی ہوں کہ میرے کہنے پر آج رات اس سے ملیں اور میرا مان بڑھائیں'' میں نے رُقعہ پڑھ کر اپنے آپ سے کہا، اُف یہ لڑکیاں! نہ خود چین سے بیٹھتی ہیں نہ دوسروں کو آرام سے بیٹھنے دیتی ہیں'' پھر نہ معلوم کیوں میرا دل پسیج گیا اور میں نے جیونی کی زبانی کہلا بھیجا کہ میں تمہارا انتظار کروں گا۔

(۱۵)

دس بجے کے قریب دستک کی آواز آئی۔ میں دروازہ کھول کر ایک طرف ہٹ گیا۔ کانتا کے چہرے پر سنجیدگی کی کیفیت مجھے کچھ عجیب سی لگی۔ اُس کا رنگ جو سرخی مائل سنہرا تھا۔ زردی مائل سفید دکھائی دے رہا تھا۔ اُس کی آنکھیں حیران تھیں۔ اور لبوں پر مسکراہٹ کا نام ونشان نہ تھا۔ میرے کہنے پر وہ کرسیوں پر بیٹھ گئیں۔

سوما بولی'' آپ کب جا رہے ہیں؟''

''کل سویرے، منہ اندھیرے''

''بھراتا جی'' سوما نے لاڈ بھرے لہجے میں کہا

''آپ نے میرے کہنے کی لاج رکھ لی۔ آپ کا دین[1] میں کیسے اُتار سکوں گی؟''

''کھیر کھلا کر'' میں نے جھٹ جواب دیا۔

یہ سن کر سوما ہنسنے لگی لیکن کانتا کے چہرے پر حزن، ملال کا رنگ گہرا ہو گیا اور وہ سر جھکائے بیٹھی رہی۔ سوما بولی ''جیونی کہہ رہی تھی آپ کا جی ماندہ ہو گیا تھا اب کیا حال ہے؟ اس پر کانتا نے سر اُٹھا کر غور سے میرے چہرے کی طرف دیکھا۔

''ٹھیک ہوں'' میں نے جواب دیا

---

[1] احسان

سوما نے پوچھا" آپ کب لاہور سے واپس آسکیں گے؟"

میں نے بے پرواہی سے کہا" دسمبر کی چھٹیوں میں ایک آدھ دن کے لئے آؤں گا۔"

سوما حیران ہوکر بولی" ایک آدھ دن کے لئے؟ پوری دس چھٹیاں ہوں گی"

میں نے کہا" میں ان چھٹیوں میں اپنے کچھ دوستوں کے ساتھ دلی چلا جاؤں گا"

وہ کہنے لگی" لگتا ہے آپ یہاں آنا پسند نہیں کریں گے۔"

"سوما! تم کسی باتیں کرتی ہو! میں نے مسکرا کر کہا" اماں یہاں ہیں، یہ میرا گھر ہے۔ میں اسے چھوڑ کر کہاں جاسکتا ہوں۔"

سوما آنکھ سے کانتا کی جانب اشارہ کر کے بولی" اچھا! اب میں جاتی ہوں۔"

"نہیں سوما! بیٹھو!" میں نے کہا

"دو گھڑی باتیں کریں، جی بہلائیں۔ پھر یا قسمت یا نصیب!"

اس پر کانتا نے اُداس نظروں سے میری طرف دیکھا۔ سوما کہنے لگی

"میں ڈیوڑھی میں لیٹوں گی، دن بھر دھان چھڑاتی رہی ہوں، بہت تھک گئی ہوں"

یہ کہتے ہوئے وہ اُٹھ کھڑی ہوئی۔ میں نہیں چاہتا تھا کہ وہ جائے۔ مجھے اس بات کا کھٹکا تھا کہ اکیلے میں میں ایک لاڈلے بچے کی طرح بے اختیار کانتا سے لپٹ جاؤں گا۔

میں نے اپنے آپ سے کہا" جی کڑا کرو، یہ تمہاری آزمائش کی گھڑی ہے"

میں نے سوما کو بستر کے لئے چادریں اور ایک تکیہ دیا۔ وہ ڈیوڑھی میں چلی گئی اور دروازہ بھیڑ دیا۔

میں اور کانتا کچھ دیر تک گم سُم بیٹھے رہے۔ میری طفلانہ ہٹ نے مجھ سے کہا کہ بات کرنے میں پہل نہ کرنا۔ اچانک کانتا نے میری آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر دیکھا اور اپنی سریلی آواز میں بولی

"کل ڈھکی کے نیچے آپ مجھ سے منہ موڑ کر گزر رہے تھے۔ کیا آپ میری صورت سے اتنے ہی بیزار ہو گئے ہیں؟"

میں نے سنبھل کر کہا" کانتا! چھوڑو۔ یہ باتیں! تم جانتی ہو ہم میں وہ اگلی سی بات نہیں رہی اور نہ رہ سکتی ہے۔ کیوں نہ آنے والے وقت کے لئے تیار ہو جائیں؟"

وہ متانت سے کہنے لگی۔ "اس سے پہلے تو آپ نے کبھی اتنی دور کی نہیں سوچی تھی"

میں نے اوپرے دل سے کہا" سمے سب کچھ سکھا دیتا ہے۔"

وہ ہموار آواز میں بولی" میں بھی آنے والے سمے کے لیے اپنے آپ کو تیار کر رہی ہوں پر

میرے لئے یہ بات اتنی آسان نہیں ہے جتنی کہ آپ کے لئے ہے۔"

"اپنے اپنے ہردے[1] کی بات ہوتی ہے" میں نے بے پرواہی سے کہا

یہ سُن کر وہ اور اُداس ہوگئی اور بولی "ان دنوں میں آپ کیسے بدل گئے ہیں! آپ نے مجھے کیا کیا وچن دیے تھے۔ سب بھلا دیے؟"

میں نے ڈھٹائی سے کہا "پہل تمہاری ہی طرف سے ہوئی تھی۔ تم نے میری نشانیاں لوٹا دیں۔ میں کس منت سے تمہیں بلاتا رہا اور تم اکڑ کے منہ موڑ کر چلی گئی۔"

"مجھ سے بھول ہوئی" اُس کی آواز میں لرزش تھی "مجھے آپ کی پریت نشانیاں نہیں لوٹانی چاہیں تھیں۔ پر آپ کو میرا رومال واپس نہیں بھیجنا چاہیے تھا۔"

"وہ کیوں؟"

اُس نے آنسو پی کر کہا "اس لئے کہ پیار کرنے والی ناری کا ہردے نربل ہوتا ہے۔" یہ کہہ کر اُس نے اپنا سر جھکا لیا۔ میں حیران تھا کہ میں نے اُٹھ کر اُسے سینے سے کیوں نہ لگا لیا۔ اُس نے پلو سے آنسو پونچھتے ہوئے کہا "ایک بات پوچھوں؟"

"کیا آپ جان بوجھ کر مجھ سے کٹھور پن کی باتیں کر رہے ہیں تاکہ میں خفا ہو جاؤں، آپ سے دور ہٹ جاؤں اور آپ کی اور ماں کی اچھا پوری ہو جائے۔"

یہ کہتے ہوئے اُس کا گلا رُندھ گیا

وہ ٹھیک ہی تو کہہ رہی تھی۔ وہ اتنی ذہین تھی کہ پلک جھپکنے میں بات کی تہ تک پہنچ جاتی تھی۔ میں نے اِس بات کو ٹالنا چاہا اور کہا

"تمہیں بہت دور کی سوجھی ہے۔"

"یہ تو سامنے کی بات ہے" اُس نے کہا میں نے ماں سے کرید کرید کر ساری بات پوچھ لی تھی اور مجھے پتہ چل گیا کہ آپ نے اپنی اماں کے پیار کے نام پر میری ماں کو وچن دیا تھا اور اپنے پاؤں چھڑائے تھے۔"

میں نے کہا "تمہاری ماں سے بڑھ کر کوئی تمہارا بھلا نہیں چاہتا اور میں بھی تمہیں سکھی دیکھنا چاہتا ہوں۔"

---

[1] دل وجگر

یہ سن کر وہ کچھ دیر چپکی بیٹھی رہی، پھر بولی ''ماں اپنے وچار میں میرا بھلا ہی سوچ رہی ہے اور آپ بھی ایک اچھے سجن کی طرح مجھے سکھی دیکھنا چاہتے ہیں؟ میں یہ مانتی ہوں پر مجھے یہ تو بتایئے کہ ابھی سے آپ نے کیوں مجھے اپنے آپ سے دور کر دیا ہے؟''

میں نے کہا ''ہماری راہیں الگ الگ ہو چکی ہیں'' یہ سن کر کانتا غصے سے کانپتی ہوئی اور غم میں ڈوبی ہوئی آواز میں کہا

''میں کیسے دو دنوں میں اپنے آپ کو بدل لوں، کیسے پریم کے گھنے برچھ کو جس کی جڑیں میرے روم روم میں اُتر گئی ہیں اپنے من سے اُکھاڑ پھینکوں؟ پہلے اس کی ٹہنیاں نوچنی ہوں گی، پھر اس کے ڈال کاٹنے ہوں گے۔ پھر اس کا تنا جڑوں سے اُکھاڑنا ہوگا۔ اگر۔۔ اگر۔۔ ان جڑوں کے ساتھ ہی میری جان بھی نہ نکل گئی''

یہ سن کر میں تھرا اُٹھا۔ میں نے بے اختیار اپنے بازو پھیلا دیئے

''کانتا! میری جان!''

وہ لپک کر کرسی پر سے اُٹھی اور مجھ سے لپٹ گئی۔ میں نے بار بار اس کا منہ چوما۔ ہمارے آنسو ایک دوسرے کے گالوں پر ڈھلک گئے۔ وہ میرے سینے پر سر رکھ کر سسکاریاں بھرتی رہی، پھر آنسوؤں میں مسکرا کر بولی

''آج آپ کا چہرہ اتنا کٹھور تھا کہ میں آپ کو پہچان نہ سکی۔ سجن جی! اگر برہا کی آگ میں جلنا میرے لیکھ[1] میں ہے تو ایسی بھی کیا جلدی ہے۔ پنڈت جی کہتے ہیں سب منش جانتے ہیں کہ موت سر پر کھڑی ہے، پر اُس کی ڈر بھو[2] سے جیون کی خوشیاں تو کوئی نہیں تیاگ دیتا''

میں نے اُس کی کمر میں بازو حائل کرتے ہوئے کہا ''میری جان! پنڈت جی سچ ہی کہتے ہیں۔''

وہ میرے کندھے پر ہاتھ رکھ کر بولی ''ایک بات کہوں۔ مان جائیں گے ناں؟

''کہو''

''وہ انگوٹھی اور چوڑیاں مجھے پہنا دیں'' وہ اپنا بازو لہرا کر بولی۔

میں نے الماری سے انگوٹھی اور چوڑیاں نکال کر اُسے پہنا دیں، اس کا چہرہ خوشی سے گلاب کی طرح کھل اٹھا۔ کہنے لگی

---

[1] قسمت [2] دہشت

''آپ نے پریت نشانیاں لوٹانے والی بات مجھے کھما کردی ہے ناں؟''

میں نے اس کی پیٹھ تھپتھپا کر کہا ''میرا رومال لوٹاؤ گی تو معافی ملے گی''

اُس نے اپنی انگیا سے جھٹ رومال نکال کر میز پر رکھ دیا اور کہا

''یہ رہا آپ کا رومال! ایک بات اور۔ میں وہ جوڑا پہن لوں؟''

''جو جی چاہے کرو''

(۱۶)

لاہور جا کر میں مطالعے میں غرق ہو گیا لیکن کانتا کے بیاہ کی تلوار میرے سر پر لٹک رہی تھی، جس نے ایک نہ ایک دن گرنا تھا اور پیار میں ملے ہوئے دلوں کو دولخت کر دینا تھا۔ اس کرب سے نجات پانے کے لئے میں پھر پینے لگا۔ اُن دنوں وسکی بہت سستی تھی۔ ہم باری باری ایک بوتل لایا کرتے تھے۔ میں دو تین پیگ سے زیادہ نہیں پیتا تھا۔ اس سے نشہ طلوع ہو جاتا اور غم کی کسک دب جاتی تھی۔ ایک دن میرے ساتھی ''بچھڑے ہوئے بیٹے کی واپسی کا جشن'' منانے کے لئے کہیں سے ایک خوبصورت اور کشیدہ قامت اینگلو انڈین لڑکی پکڑ لائے۔ اُس کا سرخ و سفید چہرہ بجلی کی روشنی میں چاند کی طرح چمک رہا تھا لیکن گناہ کی پرچھائیں پڑنے سے جذب و کشش سے عاری ہو چکا تھا۔ ایسی عورت کا جسم ان کے چہرے کی بہ نسبت زیادہ ترغیب آور ہوتا ہے۔ وہ ہم سے مل بیٹھ کر پینے لگی اور گپ شپ کرنے لگی۔ باتوں سے وہ اچھی خاصی پڑھی لکھی معلوم ہوتی تھی۔ محبت کا موضوع چھڑا تو وہ بیزاری کے لہجے میں بولی

''عشق بھوت کی طرح ہوتا ہے، اس کی باتیں تو سبھی کرتے ہیں پر اسے دیکھتا کوئی نہیں''

میں نے اس سے یونہی پوچھا ''کیا تم نے کبھی کسی سے سچا پیار کیا ہے؟''

یہ سن کر اُس نے ایک ہلکا کھوکھلا قہقہ لگایا اور مجھے مخاطب کر کے کہنے لگی

''تم نے سچا پیار کیا ہے؟''

''ہاں'' میں نے اعتماد سے کہا ''میں جانتا ہوں سچا پیار کیا ہوتا ہے۔''

وہ تمسخر کے لہجے میں بولی ''جھوٹ ہے؟ بکواس ہے، مرد کیا جانے عشق کسے کہتے ہیں اور کوئی بھی ذی ہوش عورت مرد جیسے ذلیل حیوان سے کیسے پیار کر سکتی ہے؟''

ہمارا ایک ساتھی اپنے سر پہ ہاتھ پھیر کر کہنے لگا

''یارو! دیکھنا میرے سر پر سینگ تو نہیں اُگ آئے؟''

وہ اسے لے کر کمرے میں چلے گئے۔ مجھے کانتا کی یاد ستانے لگی۔ میں اس کے تصور میں مگن نکل گیا اور دیر تک سڑکوں پر اِدھر اُدھر گھومتا پھرا۔ واپس آیا تو رات بھیگ گئی تھی۔ سب اوندھے منہ سوئے تھے اور وہ لڑکی ایک بوڑھی میم کے پاس کھڑی اپنے بال سنوار رہی تھی۔ مجھے آتے دیکھ کر بولی

''تم کہاں چلے گئے تھے؟ میری صورت پسند نہیں آئی؟ کہو تو رُک جاؤں؟''

میں نے متانت سے کہا ''اس کی ضرورت نہیں ہے۔''

وہ اپنے خمار آلود بھوری آنکھیں مٹکا کر کہنے لگی

''تمہاری محبوبہ مجھ سے زیادہ خوبصورت ہوگی''

میں نے اُس سے آنکھیں چار کر کے کہا

''ہاں! وہ تم سے کہیں زیادہ خوبصورت ہے۔''

یہ سن کر وہ بوڑھی میم سے کہنے لگی

''آنٹی! سُنا تم نے؟ تم تو کہا کرتی ہو کہ کوئی لڑکی تمہارے جیسی خوبصورت دیکھی نہ سنی۔''

یہ کہہ کر وہ قریب آئی اور کندھے پر ہاتھ رکھ کر رازداری کے لہجے میں کہا

''بے وقوف لڑکے! پیار و یار عشق وشق سب بکواس ہے، چار دن جوانی کی عمر کے مزے لوٹو۔ یہ دن لوٹ کے نہیں آئیں گے'' پھر اس نے میرے گال پر ہلکا سا طمانچہ مارا اور ہنستی ہوئی باہر نکل گئی۔ میں سوچتا رہ گیا کہ یہ بدنصیب کسی کی ٹھکرائی ہوئی ہے۔''

دسمبر کی تعطیل میں ہم لوگ دلی، آگرہ اور لکھنو کی سیر کو چلے گئے۔ میں تیس دسمبر کو گھر آیا تو ماں بڑی اُداس تھیں۔ مجھے تندرست دیکھ کر خوش ہو گئیں۔ میری خوب خاطر مدارت کی اور طرح طرح کے پکوان بنوائے۔ پچھلے پہر جیونی نے بتلایا کہ کانتا اُسے کہہ گئی ہے کہ آپ آئیں تو اس کی طرف سے آپ کو گلے سے لگا کر پیار کروں۔ پگلی نے یہ نہ سوچا کہ بھلا میں ایسا کیوں کر سکتی ہوں۔ اس نے یہ بھی لکھا تھا کہ کانتا کے وواہ کی تیاریاں ہو رہی ہیں۔ دو چار ماہ میں اُس کا وواہ ہو جائے گا۔ تو گویا اس بیاہ کی بجلی ہمارے پیار کے خرمن پر گرنے کے لئے پر تول رہی تھی۔ اب کے میں کانتا کے لئے بنارسی ساری لایا تھا اور سوچ رہا تھا کہ اسے دیکھ کر وہ کتنی خوش ہوگی۔ میں نے اسے الماری میں رکھ دیا اور کانتا کی ملاقات کی حسرت اور اُس کی جدائی کا داغ سینے میں لئے واپس چلا گیا۔ واپسی سے پہلے میں نے سوما کو گلی میں بلایا اور کہا'' کانتا کو اپنے سینے سے لگا کر میری طرف سے بھینچ بھینچ کر پیار کرنا۔''

وہ لجائی تو میں نے کہا "یہ بات تو تمہارے لئے آسان ہوگی ناں؟"

اس نے مُسکرا کر کہا "ہاں" اور بھاگ گئی۔

(۱۷)

امتحان سر پہ آیا تو یار لوگوں کی عقل بھی ٹھکانے آ گئی۔ گھر والوں کے ڈر سے دن رات پڑھنے لگے۔ کبھی کبھار اس بہانے سے کہ زیادہ پڑھنے سے دماغ میں خشکی آ گئی ہے میرے دوست شراب کی بوتل لے آتے یا کسی لڑکی کو بلا لیتے تھے۔ میں جی لگا کر پڑھنے لگا۔ اُن دنوں میں سوچا کرتا تھا کہ مجھے دو امتحان دینے ہیں۔ ایک اپنا اور دوسرا کانتا کے بیاہ کا اس دوسرے امتحان کے تصور سے مری روح کانپ جاتی تھی۔ خدا خدا کر کے پرچے ختم ہوئے اور ہم نے گھر کی راہ لی۔ میں دوسروں کی نظریں بچا کر کانتا کی گلی میں سے گزرا تو وہاں ہو کا عالم تھا۔ میرے دل میں طرح طرح کے وسوسے اُٹھنے لگے کہ الٰہی! یہ کیا اسرار ہے؟ آ کر جیونی کی زبانی معلوم ہوا کہ کھتری دیوی استھان گئے ہوئے ہیں۔ اور وہاں کوئی تہوار منا رہے ہیں اُس نے بتلایا کہ کانتا کے بیاہ کی تیاریاں ہو رہی ہیں اور اگلے ہفتے بارات کی آمد آمد ہے کانتا کئی روز سے آپ کا پتہ پوچھ رہی ہے۔ آپ کے گھر سے پتہ معلوم کرتے ہوئے مجھے ڈر لگتا تھا۔ اس لئے کچھ بھی نہ کر سکی؟ آپ کی اماں کی زبانی معلوم ہوا کہ آپ آ رہے ہیں میں لپک کر گئی اور کانتا کو یہ بات بتلائی۔ اُس نے مٹھائی سے میرا منہ بھر دیا اور ڈھیر ساری مصری اور گندوڑا مجھے دیا۔ اُن کے گھر حلوائی جو بیٹھا ہوا ہے۔ آپ کی خبر سن کر کانتا کبھی ہنستی تھی اور کبھی روتی تھی۔ میں نے کہا "دِھیا [۱]! آج کل تمہارا رونا اچھا شگن نہیں ہے۔ جو ہوا سو ہوا۔ اب اپنے بیاہ میں دھیان لگاؤ"

شام کو کانتا نے لکھ بھیجا کہ میں آپ سے ملنے کے لئے بڑی بے چین ہوں پر گھر مہمانوں سے کھچا کھچ بھرا ہے اور ہر ایک کی نظر مجھی پر لگی رہتی ہے، موقع پا کر آؤں گی۔ ہمارے گاؤں کی ایک رسم یہ ہوا کرتی تھی کہ بیاہ والے دن سے پہلے کی رات کو دلہن اپنی سہیلیوں اور سبالیوں کے ساتھ گاؤں کی گلیوں کا چکر لگایا کرتی تھی گویا میکے کی گلیوں سے رخصت ہو رہی ہے۔ لڑکیاں مل کر گاتی تھیں اور ناچ ناچ کر تالیاں پیٹ پیٹ کر دھمچکڑا [۲] مچاتی تھیں۔ میں نے سوچا شاید وہ اسی رات کو آ سکے گی۔ میں ایک مدت سے اس دن کا سامنا

---

[۱] بیٹی [۲] پنجابی کا یہ لفظ اُردو میں دھما چوکڑی بن گیا ہے۔

کرنے کی تیاریاں کر رہا تھا لیکن جب وہ سر پر آ گیا تو کانتا کی جدائی کے خیال نے مجھے جھنجھوڑ کر رکھ دیا۔ کیا وہ ہمیشہ کے لئے مجھ سے بچھڑ جائے گی اور کسی دوسرے کی ہو جائے گی۔ کیا ہمارا پیار محض ایک سہانا سپنا تھا جو ہم نے ملکر دیکھا تھا کیا وہ راتیں کبھی لوٹ کر نہیں آئیں گی؟ کیا وہ دن مرے ہوئے ماضی میں کھو کر رہ جائیں گے؟"

کانتا اور سوما مقررہ وقت سے پہلے ہی آ گئیں۔ ان کا سانس پھولا ہوا تھا، کہتی تھیں بڑی مشکل سے سہیلیوں سے پیچھا چھڑا کر آئی ہیں۔ ہم نے سوما کو ڈیوڑھی میں سلا دیا۔ کانتا میرے پاس پلنگ پر بیٹھی تو میری آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ اُس کی آنکھیں بھی آنسوؤں سے چھلک رہی تھیں لیکن وہ مسکرا کے کہنے لگی

"سجن! اس رات کو ہم خوشی کی رات بنائیں گے، آخری خوشی کی رات ہے ناں! اُس کے بدن سے چندن کی مہک اُٹھ رہی تھی۔ میں نے اس کا ذکر کیا تو وہ بولی۔

"لڑکیاں مجھے اُبٹنا ملتی رہی ہیں" پھر کہنے لگی

"اب کے آپ اپنے پتے کا لفافہ دے کر نہیں گئے تھے۔ چھٹیاں نہ ہوتیں تو آپ کیسے آ سکتے تھے۔ جب بھی میں آپ کی گلی سے گزرتی تھی آپ کی دیوار کے پتھروں کو چوما کرتی تھی۔ آپ کو دیکھ کر مجھے اتنی خوشی ہوئی ہے اتنی خوشی ہوئی ہے کہ میں حیران ہوں جی کیسے رہی ہوں۔"

وہ ایک بات کو ادھورا چھوڑ کر دوسری بات شروع کر دیتی جیسے تتلی ایک پھول سے اُڑ کر دوسرے پر جا بیٹھتی ہے۔

"اب تو تمہاری ماں خوش ہے نا؟" میں نے کہا

یہ سن کر اُس کے چہرے کا چاند ایک لمحے کے لئے گہنا گیا اور اُس نے سر جھکا کر کہا

"ہاں! وہ بہت خوش ہے۔ بتایئے آپ کے دن کیسے گزرے؟"

"کچھ امتحان کے چکر میں کچھ تمہاری یاد میں" میں نے جواب دیا

وہ بولی "آپ کتنے دن یہاں ٹھہریں گے؟"

"کل زمینوں پر چلا جاؤں گا" میں نے مری ہوئی آواز میں کہا۔ یہ سن کر وہ خاموش ہو گئی اور بے حس و حرکت بیٹھی سامنے دیوار کی طرف دیکھتی رہی پھر مسکرا کر بولی

"نکالوں جوڑا؟"

میں نے اُسے چابی دی۔ اُس نے الماری کھولی تو ساری کا ڈبہ دیکھ کر حیرت کی ہلکی سی چیخ ماری

اور ڈبہ اُٹھالائی

''اس میں کیا ہے؟''

بوجھو تو جانئیں''

''اچھا میں بوجھ لوں تو آپ مجھے کیا دیں گے؟ اس کی آنکھیں خوشی سے چمک رہی تھیں

''جو کچھ اس ڈبے سے نکلے گا وہ تمہارا ہوگا۔'' میں نے جواب دیا۔

میں نے اُس کے ہاتھ سے لے کر ڈبہ کھولا تو ساری کی چکا چوند سے وہ بھچک ہو کر رہ گئی اور کہا

''ہائے! بنارسی ساری''

''ہاں کانتا! یہ میری طرف سے تمہارے بیاہ کا تحفہ ہے۔''

یہ سن کر اس کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ چہرے کا رنگ پھیکا پڑ گیا اور ہاتھ کانپنے لگے۔ میں نے اسے پلنگ پر لٹا دیا۔ اس کے ہاتھ ٹھنڈے پڑ گئے تھے اور سدھ بدھ جاتی رہی تھی۔ میں گھبرا کر زور زور سے اس کی ہتھیلیاں سہلانے لگا۔ بارے تھوڑی دیر کے بعد اس کے چہرے پر لالی دوڑ گئی اور اُس نے آنکھیں کھول دیں۔ مجھے اپنی ہتھیلیاں سہلاتے ہوئے دیکھ کر وہ مسکرائی اور میرے ہاتھ پکڑ کر چومنے لگی میں نے اسے سہارا دے کر بٹھایا اور دھیمی آواز میں کہا

''تم نے ابھی کہا تھا کہ یہ ہماری خوشی کی رات ہے۔ بھول گئیں؟''

اُس نے میری بات کا جواب دینے کی بجائے کہا

''میں یہ ساری کھول کر دیکھوں؟''

''یہ بھی کوئی پوچھنے کی بات ہے بھلا؟''

اُس نے ساری کھول دی۔ ارغوانی ریشم پر سچا بنارسی کام کِھل اُٹھا تھا۔ اُس نے احتیاط سے ساری کو لپیٹ کر رکھا اور کہا

''بڑی پیاری، بڑی انمول ساری ہے۔ یہ تو بڑی امیر عورتیں ہی پہنتی ہوں گی۔'' ہے نا؟''

میں نے اس کے گال پر ہاتھ رکھ کر کہا

''خدا نے تمہیں سندرتا کی دولت بخشی ہے وہ امیر عورتوں کو کہاں نصیب ہوگی۔''

یہ سن کر اُس نے ادائے دلربائی سے کہا ''کیا میں اتنی سندر ہوں؟''

میں نے جوش بھرے لہجے میں کہا'' تم تو پدمنی ہو'' پھر میں نے اسے اپنے پاس بٹھا لیا اور اس کے چہرے کو اپنے ہاتھوں میں تھام کر کہا

’’کانتا! میری جان! میری آنکھوں میں دیکھو! بس اسی طرح دیکھتی رہو۔ آج کی رات میں تمہیں نظر بھر کے دیکھ لوں تا کہ تمہاری سندرتا کی جیوت [1] میرے آنے والے جیون پر سدا پڑتی رہے۔‘‘

آنسو پینے کی کوشش میں اُس کے ہونٹ کپکپانے لگے اور چہرہ لال ہوگیا۔ اُس کی آنکھوں میں اس ہرنی وحشت بھر گئی جو شکاریوں کے نرغے میں گھر گئی ہو۔ میں نے اپنے آپ سے کہا آج مجھے ایسی باتیں نہیں کرنی چاہیں، پھر حیران ہوا کہ آخر اور کیا بات کروں۔ میں نے مسکرانے کی کوشش کرتے ہوئے کہا

’’مجھے یہ ساری پہن کر نہیں دکھاؤ گی؟‘‘

وہ جیسے سوتے میں چونک پڑی اور میرے ہاتھ کو اپنے ہاتھوں میں لے کر بولی

’’سچ؟ پہنوں؟‘‘

میں نے کہا ’’نہیں جانی! آج تم وہی مسلمانوں والا جوڑا پہنو گی۔ بیاہ کے کپڑے بیاہ سے پہلے نہیں پہنے جاتے۔ بدشگنی ہوتی ہے‘‘

اُس نے حیرت سے مسکرا کر کہا ’’ہائیں! یہ باتیں آپ نے کہاں سے سنی ہیں‘‘ پھر میرے کندھے پر ہاتھ رکھ کر بولی

’’سجن! ایک بات کہوں؟ آپ برا تو نہیں مانیں گے؟‘‘

’’کہو‘‘

’’میں یہ ساری نہیں لوں گی‘‘ اُس نے جھجکتے ہوئے کہا

’’وہ کیوں؟‘‘ میں حیران رہ گیا۔

وہ روٹھی ہو کر بولی ’’کیوں کہ اسے پہن کر میں آپ کو نہیں دکھا سکوں گی اور کسی۔۔۔ دوسرے کو دکھانے کے لئے کبھی نہیں پہنوں گی۔‘‘

پھر اس نے میری ٹھڈی کے نیچے ہاتھ رکھ کر کہا ’’آپ برا تو نہیں مان گئے؟‘‘

میں نے افسردگی سے کہا

’’نہیں جانی! مجھے اس بات کا دکھ ہے کہ میں تمہیں بیاہ پر کوئی تحفہ نہ دے سکا۔‘‘

میرا ہاتھ داب کر وہ بولی ’’آپ کی انگوٹھی جو میرے پاس ہے، چوڑیاں ہیں۔ میں مسلمانیوں کا یہ جوڑا بھی اپنے ساتھ لے جاؤں گی۔‘‘

---

[1] روشنی، چمک

میں نے بالوں کی لٹ اس کے گال پر سے ہٹاتے ہوئے کہا ''پرانا جوڑا؟''

''ہاں'' وہ حسرت بھرے لہجے میں کہنے لگی

''اسے دیکھ دیکھ کر میں بیتے دنوں کو یاد کیا کروں گی۔۔۔اور۔۔۔ساری۔۔۔''

''ساری کیا؟''

اس نے سرگوشی کے لہجے میں کہا ''یہ آپ کی دلہن کے لئے میرا تحفہ ہوگا''

میں کچھ کہنا چاہتا تھا کہ اس نے اپنی پھول سی نازک ہتھیلی سے میرا منہ بند کر دیا۔ پھر اُٹھ کھڑی ہوئی الماری میں سے جوڑا نکال کر پہنا، لپ سٹک لگائی اور کاجل اُٹھا لائی۔ کہنے لگی

''میں نے کبھی کاجل نہیں لگایا۔اب کیا کروں؟''

میں نے اس کے ہاتھ سے سلائی لے کر اس کے گال پر تل بنا دیا اور کہا ''کاجل لگانے کی ضرورت نہیں۔تمہاری پلکیں پہلے ہی سیاہ اور گھنی ہیں۔''

وہ چہک کر بولی ''تل تو ٹھڈی پر بنانا تھا ناں!''

میں نے کہا ''نہیں گال پر اچھا لگتا ہے جیسے بھونرا گلاب کا رس پی رہا ہو۔''

''آپ تو کویوں! جیسی باتیں کرتے ہیں'' یہ کہہ کر اُس نے آئینہ دیکھا۔ سنگار سے اُس کا چہرہ کھل گیا تھا۔ میں نے آئینہ پکڑ لیا

''کیوں؟''

آج تم پر دلہنوں کا رُوپ ہے۔تمہیں اپنی نظر لگ جائے گی''

''سچی!''

''ہاں''

اس نے میرے قریب بیٹھتے ہوئے کہا

''مسلمان سہاگ رات کو اپنی دلہن سے کیا باتیں کرتے ہیں؟''

اس پر میں کھلکھلا کر ہنس پڑا اور کہا

''پگلی! میں کوئی چھپ چھپ کر اُن کی باتیں سنا کرتا ہوں اور تم جانتی ہو کہ ابھی میں کنوارا ہوں''

وہ لجا کر بولی ''اچھا بتایئے آپ کا وواہ کب ہوگا؟''

''میں کیا جانوں؟ اماں جانتی ہوں گی۔''

اُس نے لاڈ سے کہا ''آپ مجھے اپنے وواہ پر بلائیں گے ناں''

''ضرور بلاؤں گا'' میں نے جواب دیا'' یہ تو درتن ایھا نجی ہوئی۔ تم نے مجھے بلایا، میں تمہیں بلاؤں گا۔''

وہ سوچتے ہوئے کہنے لگی'' آپ کا دواہ کس سے ہوگا؟''

میں نے مذاقاً کہا'' میری دلہن تو شاید ابھی پیدا ہی نہیں ہوئی''

''سچ؟'' وہ آنکھیں مٹکا کر بولی'' اچھا تو یہ بتایئے آپ سہاگ رات کو اپنی دلہن سے کیا باتیں کریں گے؟''

میں نے شرارت سے کہا'' میں اُس سے کہوں گا'' اری لونڈیا! کیا نخرے کر رہی ہو۔ چہرہ تو ایسا چھپا رکھا ہے جیسے گھونگھٹ اٹھتے ہی چاند نکل آئے گا۔ میں نے سن رکھا ہے کہ تیری آنکھیں چندھی ہیں اور ناک پکوڑے جیسی ہے۔''

اس پر وہ ہنستی ہنستی لوٹ گئی۔ اُس کی ہنسی کی کھنک سے گویا چاندی کی ننھی منی گھنٹیاں چھنن چھنن بجنے لگیں۔

''نہیں! نہیں! یہ نہ کہیے گا۔ وہ روٹھ جائے گی۔''

پھر کیا کہوں؟''

وہ مسکرا کر بولی'' اُس سے' کہیے' گا۔ تمہارا چہرہ چودھویں رات کا چاند ہے، تمہارے نین کنول کے پھول ہیں، تمہارے ہونٹ مدھ بھرے ہیں، تمہاری گردن راج ہنس کی ہے، تمہاری آواز کوئل جیسی ہے۔۔۔'' اُس کا چہرہ دیکھے بغیر یہ باتین کیسے کہہ سکوں گا۔''

میں نے اُسے چھیڑنے کے لئے کہا وہ خفیف ہو کر بولی'' ہائے! اس کا تو مجھے خیال ہی نہیں رہا تھا۔ اچھا تو گھونگھٹ کا پٹ کھلنے پر آپ یہ باتیں کہہ سکتے ہیں''

میں نے کہا'' سچ سچ بتاؤں میں اُسے کیا کہوں گا؟'' وہ ہنس کو بولی

''آپ کو میرے سر کی سوں سچ سچ بتایئے''

میں اُٹھ کھڑا ہوا اور الماری سے دوپٹہ نکال لایا جو وہ کم ہی اوڑھا کرتی تھی اور اسے اڑھا کر کہا ''اس میں اپنا چہر چھپا لو اور سنو میں کچھ بھی کہوں تم چپکی بیٹھی رہنا۔ اچھا!''

''اچھا!''

میں نے اس کے ساتھ لگ کر بیٹھتے ہوئے کہا' [میری پیاری''

چُپ

''میری جان''

چُپ

''مجھے اپنا چاند سا مکھڑا نہیں دکھاؤ گی؟''

چُپ

''تمہارے منہ میں زبان نہیں ہے کیا؟''

چپ

میں نے اُس کا کندھے کو تھپک کر کہا ''میں جانتا ہوں تمہارے منہ میں گز بھر کی لمبی زبان ہے۔آج چپ سادھے بیٹھی ہو کل باتیں کر کر کے میرا دماغ چاٹ لوگی۔''

یہ سُن کر کانتا نے دوپٹہ اُتار پھینکا اور ہنسی سے بل کھاتی ہوئی میری گود میں آ گری۔ میں نے اُسے اپنے بازوؤں میں سمیٹ لیا اور ہم سپنوں کی سرزمیں کو چلے گئے۔

رات ڈھل گئی تھی جب کانتا نے مجھ سے کہا ''مجھے دوراتوں سے سہیلیوں نے سونے نہیں دیا میرا سر درد سے پھٹا جا رہا ہے۔''

میں نے اُس کا سر اپنے بازو پہ ٹکا کر کہا ''اچھا تم سو جاؤ۔''

میں ہولے ہولے اُس کے بال سہلانے لگا۔اس کی خمار آلود آنکھیں جن میں گلابی ڈورے دوڑ گئے۔ تھے آہستہ آہستہ بند ہو گئیں جیسے پھول دوبارہ کلی بن جائے اور وہ سو گئی۔ میں بے حس و حرکت لیٹا رہا۔ اُس کی نیند میں خلل نہ آجائے۔سوتے میں وہ اتنی معصوم اور بے بس دکھائی دے رہی تھی جیسے گگن [1] منڈل سے کوئی بھولی بھٹکی اپسرا [2] زمیں پر اُتر آئی ہو۔گھڑی بے رحمی سے ٹک ٹک کیے جا رہی تھی اور میں بے چارگی کے عالم میں اُس کی طرف تکے جا رہا تھا اور سوچ رہا تھا کہ گزرتے ہوئے لمحوں کو روکنے کی کوشش ہی بے ثمر ہو گی جیسے کوئی آدمی مُٹھی میں ریت بھر کر اُسے زور سے دابے رکھے لیکن ریت کے ذرے ایک ایک کر کے زمین پر گرتے جائیں۔ میں نے عزم کر رکھا تھا کہ اُس رات سے ایک ایک لمحے کا حساب لوں گا لیکن آج تک حیران ہوں کہ میں بھی غفلت کی نیند سو گیا۔سولی پر نیند آنے کی بات اسی رات کو میری سمجھ میں آئی۔ایک گہری جھپکی مارنے کے بعد میری آنکھ کھلی تو دیکھا کہ کانتا مجھ پر جھکی ہوئی مسکرا رہی ہے۔وہ اُٹھ کر الماری سے آئینہ اُٹھا لائی اور مجھے دکھایا۔میرے گالوں پر لپ سٹک کے سُرخ نشان ہونٹوں کی صورت میں بنے ہوئے تھے۔ اُس نے میز پر رکھے ہوئے پانی کے گلاس میں میرا رومال تر کیا اور ہولے ہاتھوں سے رگڑ کر یہ نشانات مٹا

[1] آسمان [2] حور

دیئے۔ پھر اپنی لپ سٹک اُتاری اور میرے پاس بیٹھ گئی۔ میں نے گھڑی دیکھی تو وہ گھبرا گئی۔

''نہیں! نہیں!'' اُس نے اپنی چیخ کو دباتے ہوئے کہا

ہم ایک دوسرے کی باہوں میں اپنے آپ سے پناہ ڈھونڈتے رہے لیکن ہمارے دلوں میں غم جدائی کی پھانس برابر چبھتی رہی، رڑکتی رہی۔ اچانک اُس نے مجھ سے پوچھا

''آپ کرم کو مانتے ہیں؟''

''نہیں''

وہ بولی ''پھر مُنش اس جگ میں دُکھ کیوں بھوگتا ہے؟''

''میں نے تو اس کے بارے میں کبھی سوچا ہی نہیں'' میں نے جواب دیا۔

''پنڈت جی کہتے ہیں کہ پہلے جنم میں ہم جو اپرادھ کرتے ہیں اُن کا ڈنڈ اس جگ میں بھرتے ہیں۔''

''یہ کہہ کر وہ اُٹھ بیٹھی اور بولی

''ہم نے ایک دوسرے سے ٹوٹ کر پیار کیوں کیا؟ بتایئے!''

میں نے کہا ''ہمیں ایک دوسرے سے پیار ہونا تھا بس ہو گیا۔''

وہ مسکرا کر برتری کے لہجے میں کہنے لگی۔ ''یہ بات نہیں ہے۔ مجھے وشواش ہے کہ پچھلے جنم میں ہم چکوا چکوی تھے جبھی اس جگ میں ہم ایک دوسرے سے پیار کرنے لگے''

میں نے مسکرا کر کہا ''اگر تم یہ جانتی ہو تو بتاؤ اگلے جنم میں ہم کیا ہوں گے؟''

''اگلے جنم میں؟'' اُس کی پیشانی پر بل پڑ گئے، پھر وہ مسکرا کر بولی

''اگلے جنم میں ہم دیپک اور پتنگ ہوں گے''

میں نے جھٹ سے کہا ''ٹھیک ہے تو دیپک ہو گی میں پتنگ ہوں گا''

وہ لاڈ سے منہ تھوتھا کر کے کہنے لگی ''نہیں آپ دیپک ہوں گے میں پتنگ ہوں گی''

میں نے نظریں چُرا کر گھڑی کی طرف دیکھا تو وہ بھانپ گئی اور اُس کا چہرہ متغیر ہو گیا۔ اُسے دیکھ کر میرا دل بھر آیا۔ اتنے میں مندر کا گھڑیال موت کے نقارے کی طرح زور زور سے بجنے لگا۔ میں چونک پڑا اور کانتا اُچھل کر کھڑی ہو گئی جیسے ہرنی گولی کھا کر اُچھلتی ہے۔ وہ دیر تک بت بنی حسرت اور تانگھ کی نگاہ سے مجھے دیکھتی رہی پھر ڈیوڑھی میں جا کر سوما کو جگایا۔ میں نے پُرانا جوڑا اخبار میں لپیٹ کر سوما کے ہاتھ میں دیا۔ ڈیوڑھی میں جا کر کانتا مجھ سے لپٹ گئی۔ ہم دیر تک خود فراموشی کے عالم میں کھڑے

رہے۔ مجھے یوں لگا جیسے کہیں دور سے سوما کی آنسوؤں میں ڈوبی ہوئی آواز آئی۔

''کانتا! چلو بھی ناں، دیر ہو رہی ہے۔''

کانتا نے میری چھاتی پر سر رکھ کر سرگوشی کے لہجے میں کہا

''سجن جی!۔۔۔راضی رہنا۔۔۔رب اکھا۔'' پھر اپنا سینہ تھام کر جھکی جھکی باہر نکل گئی۔ میں بھی دیوان خانے کی زنجیر چڑھا کر اُن کے پیچھے چلا۔ دیکھتا کیا ہوں کہ کانتا گلی کے پتھروں پر بیٹھی ہوئی ہے اور سوما اسے سہارا دے کر اُٹھانے کا جتن کر رہی ہے۔ میں لپک کر آگے بڑھا اور اپنے آنسو پونچھتے ہوئے کپکپاتی ہوئی آواز میں کہا

''کیا بات ہے سوما؟''

''کانتا کہتی ہے مجھ سے چلا نہیں جاتا''

میں نے کانتا کو کندھوں سے پکڑ کر کھڑا کیا وہ سہج سہج قدم اُٹھانے لگی۔ کچھ دور جا کر وہ میرے بازوؤں میں جھول گئی۔ میں نے جھٹ کولی بھر لی۔ اُس کے چہرے کا رنگ سفید پھٹک تھا اور ہاتھ ٹھنڈے پڑ گئے تھے۔ میں اُسے اُٹھائے اُٹھائے گلی کے موڑ تک لے گیا تو اُس نے گھٹی گھٹی آواز میں کہا

''بس بس چھوڑ دیں۔ میں چلی جاؤں گی۔''

میں نے ہولے سے اُسے وہیں کھڑا کر دیا۔ اُس نے میرے دونوں ہاتھ پکڑ کر زور سے دابے۔ ایک بھٹکتی ہوئی نگاہ سے میری آنکھوں میں دیکھا اور سوما کے بازو کا سہارا لئے لڑکھڑاتے ہوئے قدم اُٹھاتی ہوئی میری نظروں سے اوجھل ہو گئی۔

ختم شد